عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۸ ۔ ۴تا۱۰ محرم ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۳تا۳۱ دسمبر ۲۰۰۹ء ۔ شمارہ: ۴۸

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت واہمیت

مُرادِ رسول ﷺ

سیّدنا عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

قیامت اور علاماتِ قیامت

محرم الحرام کا مہینہ اور سالِ نو

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.o
http://www.khatm-e-nubuwwat.c

مولانا سعید احمد جلال پوری

ٹیلی فون پر نکاح

ڈاکٹر زیدی، کراچی

س:...... دو گواہوں کی موجودگی میں ٹیلی فون کے ذریعے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکی نے صرف دو گواہوں کی آواز سنی تھی اور ایجاب وقبول کیا تھا، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والوں کا ایک ہی مجلس میں ہونا شرط ہے، اس لئے ٹیلی فون پر نکاح ناجائز ہے۔

س:...... ٹیلی فون پر لڑکی کو معلوم نہیں کہ نکاح کے لئے اسے قبول کروایا جارہا تھا وہ صرف اسے مذاق سمجھ کر قبول کیا، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا؟ کیا وہ لڑکی کسی اور کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے؟

ج:...... جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں، ٹیلی فون پر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس لئے یہ نکاح نہیں ہوا دوبارہ نکاح پڑھایا جائے۔

غسل کے فرائض

اکبر خان، امریکا

س:...... جب غسل فرض ہو جائے تو پاک ہونے کے لئے کیا طریقہ ہے؟

ج:...... فرض غسل کے تین فرائض ہیں، ایک یہ کہ منہ بھر کر کلی کرے، اگر روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کرے، دوم یہ کہ ناک میں پانی ڈالے اور سوم یہ کہ پورے جسم پر اس طرح پانی بہائے کہ ایک بال برابر جگہ خشک نہ رہے۔ اگر کوئی اس طرح کرے گا تو وہ ناپاکی سے پاک ہو جائے گا۔

ناخن پالش سے وضو وغسل

بنت عبداللہ، کراچی

س:...... ناخن پر نیل پالش لگی ہو تو کیا اس صورت میں وضو اور نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر نیل پالش اتر نہ سکے تو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... چونکہ نیل پالش کی تہہ کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا، اس لئے جب تک ناخنوں سے نیل پالش نہیں اتاری جائے گی وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ نیل پالش اتارنے کے کیمیکل آتے ہیں ان سے اتاری جائے۔

جوئے، سٹے والے کی بیوی کیا کرے؟

زینب بی بی، کراچی

س:...... میری شادی کو دس سال کا عرصہ ہوگیا ہے، شوہر کا رویہ میرے ساتھ نامناسب ہے، کبھی وہ مثبت رویہ رکھتے ہیں، کبھی منفی۔ اپنی والدہ کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں مجھے یہ پتا ہے کہ ماں کو اہمیت دینا شرعی طور پر درست ہے، لیکن وہ بیوی بچوں کو بالکل فراموش کرچکے ہیں، شادی کے چھ مہینے بعد میری ساس نے تیل ڈال کر مجھے جلانے کی کوشش کی تھی جبکہ اس وقت میں حاملہ تھی، یہ سب ہونے کے باوجود میرے شوہر کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ نیز میرے شوہر کا پہلے کپڑوں کا کاروبار تھا، خسارے کے باعث یہ کاروبار الگ کرکے میچ (کرکٹ) میں سٹہ لگانا شروع کیا ہے۔ یہ عمل میرے لئے ناقابل برداشت ہے، کیا ان حالات میں اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہوں، جہاں مجھے حرام کھانا پڑے؟ بچوں کی وجہ سے اسے چھوڑ نہیں سکتی۔ میرے اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟

ج:...... سٹہ اور جوا ناجائز اور حرام ہے، اسی طرح اس کی آمدنی بھی ناجائز اور حرام ہے۔ آپ اپنے شوہر کو خود یا ان کے یا اپنے بڑوں کے ذریعے سمجھائیں، اگر وہ اس سے باز آجائیں تو ٹھیک، ورنہ اپنے بڑوں سے مشورہ کرلیں کہ اب میں کیا کروں؟ تاہم اگر آپ اس کی متحمل ہوں تو یہ کرسکتی ہیں کہ آپ حرام نہیں کھائیں گی اور جب تک وہ جائز کاروبار شروع نہ کرے آپ والدین کے گھر میں رہیں۔

ایک شکل یہ بھی ہے کہ آپ ان سے کہیں کہ ہمیں حلال کھلائیں چاہے حلال کاروبار کریں یا پھر کسی غیر مسلم سے قرض لے کر ہمارے اخراجات کریں اور اپنی حرام کی کمائی اس کو دیا کریں۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM
WWW.LAULAK.INFO

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد — مولانا سعید احمد جلالپوری

مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی — علامہ احمد میاں حمادی

مولانا قاضی احسان احمد — مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

جلد: ۲۸ — ۴ تا ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۲ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۹ء — شمارہ: ۴۸

اس شمارے میں!

مسلمانوں کے دین کو خراب کرنے کی سازش	۵	مولانا سعید احمد جلالپوری
مرزا قادیانی ... کی شہادت	۷	جناب سعید الرحمن
[illegible]	۱۱	ابو عمیر
[illegible]	۱۳	مولانا غلام رسول دین پوری
[illegible]	۱۵	مولانا محمد حنیف جالندھری
اسلامی ... [illegible]	[illegible]	حافظ سید عزیز الرحمن
خبروں پر ایک نظر	[illegible]	ادارہ
وفاقی وزیر مذہبی امور سے ...	[illegible]	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
سود ... [illegible]	[illegible]	مولانا [illegible]
قرب قیامت ... ختم نبوت ...	[illegible]	مولانا [illegible]

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیات

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھری

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینی

[illegible] حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر

شہید ختم نبوت مفتی محمد جمیل خان

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور راؤ

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۹۵ ڈالر، یورپ ۱۶۵ ڈالر ...

متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، افریقہ ۱۲۵ ...

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی ۲۲۵ روپے، سالانہ ۴۵۰ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 3-8 ...

نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس

35 Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان

فون: ۴۵۸۳۴۸۶-۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road Multan

Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A Jinnah Road Karachi

Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درس حدیث

گزشتہ سے پیوستہ

قیامت کے حالات

حساب اور بدلے کا دن

ان احادیث طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو دوسروں کی غیبتیں کرتے ہیں ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں، کسی کی تحقیر کرتے ہیں، کسی کو جسمانی یا ذہنی ایذا پہنچاتے ہیں، یا کسی کا مال ہضم کر جاتے ہیں، دراصل یہ اس کا نقصان نہیں بلکہ ہم اپنا نقصان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں ان کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔

اکابرؒ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کا معاملہ ایک لحاظ سے حقوق اللہ سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ غنیٔ مطلق ہیں، معاف بھی کردیں گے، لیکن بندے محتاج ہیں، ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ معاف کردیں، اِلّا ماشاء اللہ!

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ صرف انسانوں تک محدود نہیں، بلکہ حیوانات تک پھیلا ہوا ہے، باوجودیکہ حیوانات احکامِ شرعیہ کے مکلف نہیں، لیکن اگر ایک بکری نے دوسری بکری سے زیادتی کی ہوگی تو اس کا بدلہ بھی دلایا جائے گا، پس انسان جو اپنی عقل و شعور کی بدولت مکلف ہے، اگر اس نے کسی جانور پر ظلم کیا ہوگا، اس کا بدلہ بھی اسے دلایا جائے گا۔

فائدہ:... قیامت کے دن حقوق سے عہدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اوّل تو آدمی کسی کا حق اپنے ذمے نہ رکھے، بلکہ پوری دیانت و امانت کے ساتھ اپنے معاملات کو صاف رکھے، اور کسی کی غیبت وغیرہ سے پرہیز کرے، اور اگر غفلت و کوتاہی کی وجہ سے اس کے ذمے کچھ حقوق لازم ہوں تو ان کی تلافی و تدارک کی کوشش کرے۔

اور تلافی کی تفصیل یہ ہے کہ حقوق یا مالی ہوں گے یا عزت و آبرو سے متعلق، اور دونوں صورتوں میں صاحبِ حق معلوم ہوگا یا نہیں؟ پس یہ کل چار صورتیں ہوئیں۔

اوّل:... حق مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم ہو، اس صورت میں اس کا حق ادا کردے، اور اگر ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، تو اس سے معاف کرالے۔

دوم:... حق مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم نہ ہو، مثلاً: کسی شخص سے کوئی چیز خریدی تھی، اس کے دام ادا نہیں کئے تھے اور وہ شخص کہیں غائب ہوگیا، اب اس کا کچھ اتا پتا نہیں چلتا، یا وہ شخص مرگیا اور اس کا کوئی وارث بھی معلوم نہیں تو اس صورت میں اتنی رقم اس کی طرف سے صدقہ کردے۔

سوم:... اگر حق غیر مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم ہو، مثلاً: کسی کو برا بھلا کہا تھا یا اسے گالی دی تھی، یا اس کی غیبت کی تھی یا اس کی تحقیر کی تھی تو اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چہارم:... اگر حق غیر مالی ہو اور اصحابِ حقوق معلوم نہ ہوں، یعنی یہ یاد نہیں کہ زندگی بھر میں کس کس کو گالی دی؟ کس کس کو ستایا؟ کس کس کی غیبتیں کیں؟ وغیرہ وغیرہ، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان سب کے لئے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

دُعا و استغفار کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گِرِگِڑا کر توبہ و ندامت کے ساتھ یہ دُعا کرتا رہے کہ:

”بار الٰہا! میرے ذمے تیرے بہت سے بندوں کے حقوق ہیں، اور میں ان کو ادا کرنے یا اصحابِ حقوق سے معافی مانگنے پر بھی قادر نہیں ہوں، یا اللہ! ان تمام لوگوں کو آپ اپنے خزانۂ رحمت سے بدلہ عطا فرماکر ان کو مجھ سے راضی کردیجئے۔“

یہی تدبیر اس صورت میں اختیار کی جائے جب صاحبِ حق تو معلوم ہو، مگر اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو یا دینی مصلحت کے خلاف ہو، یا کسی کا مالی حق اس کے ذمے ہو، مگر یہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

الغرض! حقوق کی ادائیگی یا تلافی کا بہت ہی اہتمام ہونا چاہئے، ورنہ قیامت کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے۔ حق تعالیٰ اس رُوسیاہ پر بھی رحم فرمائیں اور اس کی حماقتوں اور غفلتوں کی وجہ سے جن حضرات کے حقوق اس کی گردن پر ہیں، ان کو اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرماکر اس نابکار کی گلوخلاصی کی صورت پیدا فرمادیں تو ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں!

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھوں ایک جن کا کفن دفن

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ صحرا میں آپ نے ایک مردہ سانپ دیکھا، آپ نے وہیں زمین کھود کر اس کو دفن کردیا۔ یکایک ایک آواز آئی ”خدا کی رحمت ہو تجھ پر اے سرق!“ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ: ”اے سرق! تو صحرا میں مرے گا اور میری امت کا ایک بہترین آدمی تجھے دفن کرے گا۔“ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوچھا: خدا تجھ پر رحم کرے یہ کس کی آواز ہے؟ جواب آیا کہ میں جن ہوں اور یہ سانپ سرق ہے۔ سرق ان جنات میں سے ہے، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس کے اور میرے سوا اب کوئی نہیں رہا۔

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

معصوم طلبا کے ذہن خراب کرنے کی سازش!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اسے نیرنگیٔ دوران کہئے یا پاکستانی قوم کی بدنصیبی! کہ ہمارے اکابر اور بزرگوں نے جن مقاصد کی خاطر قربانیاں دے کر مملکت خداداد پاکستان حاصل کی اور طویل جدوجہد کے بعد اس کے اسلامائزیشن کا معرکہ سر کیا اور چنانچہ قرارداد مقاصد کے ذریعے اس کے دینی اور مذہبی تشخص کو اجاگر کرایا، اسلامی دفعات کو دستور میں شامل کرایا اور پورے نوے سال جدوجہد کے بعد مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ناپاک ذریت کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلایا۔ یوں مسلمانوں اور ان کی آنے والی نسلوں کو ایک ایمان کش فتنہ کی ہلاکت آفرینی سے محفوظ کرنے کی مبارک سعی و کوشش کی۔

مگر افسوس! صد افسوس! کہ آج انہی مسلمانوں کی اولادیں اور ملک و قوم کے مقدر اور سیاہ و سفید کے مالکوں نے اپنے اسلاف و اکابر اور بزرگوں کی اس ساری جدوجہد کو حرف غلط کی طرح مٹانے کا علم بلند کر رکھا ہے۔ چنانچہ ان بزرجمہروں کا یہ حال ہے کہ کل تک جس ملعون اور اس کے ماننے والوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، آج وہ اپنی آنے والی نسلوں اور معصوم طلبا کے سامنے اُسے ایک پاکستانی اور مسلمان سائنس دان کے طور پر متعارف کرا کر نہ صرف اپنے اکابر و اسلاف کی جدوجہد پر پانی پھیر رہے ہیں بلکہ ملکی آئین و دستور کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں، لیجئے اس کی ایک بھونڈی مثال ملاحظہ ہو، چنانچہ نویں جماعت کے نصاب کی "طبعیات" کی کتاب جو سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی مطبوعہ ہے، اس کے صفحہ ۹ پر "مسلمان اور پاکستانی سائنس دانوں کا حصہ" کے زیر عنوان مشہور قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کا بایں الفاظ تذکرہ کیا گیا ہے:

"ڈاکٹر عبدالسلام ۱۹۲۶ء میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے، وہ اپنے زمانہ بچپن سے ہی بہت ذہین تھے، انہوں نے ہر امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا، تعلیمی میدان میں اپنی عمدہ کارکردگی کی بنیاد پر حکومت پاکستان نے آپ کو انگلستان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے اسکالرشپ سے نوازا۔ ۱۹۵۰ء میں واپس پاکستان آئے لیکن وہ اپنے ریسرچ کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے پھر انگلستان چلے گئے، گرینڈ یونیفیکیشن تھیوری (GUT) کے حوالے سے ان کے کام کو سراہتے ہوئے انہیں ۱۹۷۹ء میں نوبل انعام سے نوازا گیا۔ اٹلی میں نظریاتی فزکس کا انٹرنیشنل ادارہ قائم کیا، جہاں ترقی پذیر ممالک کے سائنس دانوں کو یہ موقع میسر آتا ہے کہ وہ اپنے ملک میں کئے گئے تحقیق کے کام پر فزکس کے ماہرین کے ساتھ بحث کرسکیں، بلاشبہ وہ ہمارے ملک کے لئے ایک اثاثہ تھے اور علمی حلقے میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

ہم اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ جب معصوم طلبا ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا اس قدر تحسین آمیز تعارف پڑھیں گے تو کیا وہ اس کو پاکستانی اور مسلمان نہیں سمجھیں گے؟ اور ان کے دل میں اس کی قدر و منزلت اور عزت و وقار کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے؟ اور وہ اس کی شخصیت کو آئیڈیل قرار نہیں

دیں گے؟ اور جب کسی سے محبت وعقیدت کے جذبات پیدا ہو جائیں تو اس کے اخلاق و عادات اور عقائد ونظریات اپنانے کا خیال نہیں آتا؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے تو کیا یہ معصوم طلبا کو قادیانی غلاظت کدہ میں پھینکنے کی سازش نہیں ہے؟

دوسری طرف ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے تعصب اور پاکستان مخالف جذبات کا یہ عالم تھا کہ جیسے ہی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا وہ یہ کہہ کر پاکستان سے چلا گیا کہ ”جس ملک میں ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے، میں اس لعنتی ملک میں رہنا نہیں چاہتا“ اس لئے ہم بہی خواہان ملک وملت سے درخواست کرنا چاہیں گے کہ اس سازش کا کھوج لگائیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ کہیں نصاب تعلیم کی کمیٹی میں کوئی ملک وملت دشمن قادیانی یا قادیانی نواز تو نہیں ہے؟ جو دانستہ طور پر ایسی گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہے۔

اگر نہیں تو اس نادانستہ غلطی کی اصلاح وتصحیح کی جائے اور اس ملعون کا نام نصاب سے نکال باہر کیا جائے یا کم ازکم اس کے تعارف میں اس کا تذکرہ ضرور ہونا چاہئے کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی تھا مگر چونکہ پاکستانی تھا، اس لئے اس کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے یا اس قسم کا نوٹ بڑھا دیا جائے کہ ”قطع نظر کسی کے مذہب کے ڈاکٹر عبدالسلام بھی پاکستانی سائنس دان تھا۔“ یہ الگ بحث ہے کہ جب وہ پاکستان کو لعنتی ملک قرار دے کر چھوڑ گیا تھا تو وہ اب پاکستانی کہلانے کا حق دار ہے یا نہیں؟

الغرض اگر ہم ملک وملت کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے تو کم ازکم اس کی دینی اور نظریاتی سرحدوں کو روندنے کی ناپاک سعی وکوشش بھی نہ کریں۔

واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بزرگوں سے تعلق رکھنا قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا!

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: اہل باطل ہر وقت اہل حق کی فکر میں لگے رہتے ہیں، چھیڑ چھاڑ کرنا تو ان کا ایک ادنیٰ مشغلہ ہے۔ ایک شخص اپنا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست تھے، وہ قادیانی ہو گئے تھے، مجھے چھیڑا کرتے تھے، میں نے کہا کہ بھائی! قیل وقال سے کیا فائدہ؟ بس مختصر فیصلہ یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ مرزا کے پاس چلتا ہوں، اگر مجھ پر اثر ہو گیا تو میں قادیانی ہو جاؤں گا اور اگر نہ ہوا تو تم قادیانیت سے توبہ کر لینا۔ یہ طے ہو گیا، دونوں وہاں گئے، اول جاتے ہی وہاں منشی نے اس مرید سے پوچھا کہ تمہارا کیا نمبر ہے؟ نمبر بتلایا تو رجسٹر دیکھ کر چندہ کا تقاضا کیا، اس کے بعد مرزا سے ملے، مرید صاحب نے مرزا سے تمام واقعہ باہمی معاہدہ کا ذکر کیا، مرزا نے ان پر اثر ڈالنے کے لئے بہت زور لگایا، ان پر کوئی اثر نہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایمان کو سلامت رکھا اور واپس آکر ان صاحب نے بھی توبہ کر لی۔

یہ ایک معمولی خوش عقیدہ کے تعلق کا اثر تھا اور بزرگوں کے تعلق میں تو اور زیادہ برکت ہوتی ہے، چنانچہ ایک اور صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک عیسائی مجھ کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ تمہارا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہے؟ کہتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ ان سے تعلق ہے، فوراً اٹھ کر چل دیا، پھر کبھی نہیں آیا۔ واقعی یہ حضرات سپر اور ڈھال ہوتے ہیں، ان حضرات سے صرف تعلق رکھنا بھی ایک قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا۔ دیکھئے! مولانا کا نام سن کر اس کی طمع قطع ہو گئی، بعض اسباب اس برکت قطع طمع کے محض معمولی امور بھی بن جاتے ہیں۔

مُرادِ رسول

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

وہ ذات جن کے اسلام کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی:

”الٰہی اسلام کو عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے عزت دے۔“

ایک دن آپ ہتھیار سجائے تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک شخص ملا جس نے ان کے تیور دیکھ کر پوچھا: عمر! خیر تو ہے! کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کرنے چلا ہوں، اس شخص نے کہا: میاں! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو بعد میں قتل کرنا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں، یہ سنتے ہی حضرت عمر پلٹے اور اپنی بہن کے گھر کا راستہ لیا، بہن اور بہنوئی حضرت خباب ؓ سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے آواز دی کہ دروازہ کھولو، بہن نے جلدی سے قرآن کے اوراق کو رکھ دیا اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اندر چھپا دیا اور پھر کہا کہ ہم نہیں دروازہ کھولتے۔

عمرؓ جیسا دھن کا پکا بھلا کب رکنے والا تھا۔ دروازے کو اس نے زور سے دھکا دیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے، عمرؓ بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئے، آپ کے کانوں میں قرآنی آواز کی بھنک پہنچ چکی تھی، آتے ہی بہن کے سر پر کوئی چیز ماری، جس سے وہ غریب لہو لہان ہوگئی اور کہا: اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہوگئی ہے، اس کے بعد بہنوئی سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تم محمد کا کلمہ پڑھتے ہو؟ بہنوئی نے کہا کہ اگر محمد دین حق پر ہوں تو کیا حرج ہے؟

اس پر عمرؓ کا غصہ اور بھڑکا، بہنوئی کی داڑھی پکڑ کر زمین پر گرا کر بے تحاشہ مارنا شروع کر دیا، بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو اس کے منہ پر اس زور کا طمانچہ رسید کیا کہ خون جاری ہوگیا، آخر وہ بھی عمرؓ کی بہن تھیں، فرمانے لگیں:

”اے عمرؓ! ہمیں صرف اس جرم میں مارا جا رہا ہے کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں بے شک ہم مسلمان ہوگئے ہیں، جس خطاب کا خون تیری رگوں میں کھول رہا ہے

سعید الرحمٰن

اس خطاب کی بیٹی میں بھی ہوں جو تو کر سکتا ہے کر لے، ہم تو بس محمدؐ کے جوتوں کے غلام بن چکے ہیں۔“

”یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے“

حضرت عمرؓ کو ان کے عزم و یقین پر حیرت ہوئی، نیز بہن بہنوئی کو اتنی سی بات پر لہولہان کر کے انہیں شرم بھی آ رہی تھی، کہنے لگے: اچھا اس کا حرف مجھے بھی تو چکھاؤ۔

ادھر عمرؓ کی نگاہ صحیفہ کے اس جزو پر پڑی جو کہ جلدی میں باہر رہ گیا تھا، انہوں نے ہر چند اصرار کیا کہ یہ ورق مجھے دے دو، مگر بہن نے کہا کہ تو کافر و مشرک ہے، نجس ہے اور نجس اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا، ادھر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی مقبولیت کا وقت آ چکا تھا، ان اوراق پر سورۂ طٰہٰ ثبت تھی، اس کو پڑھنا شروع کیا جب:

”اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔“

تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی، زار و قطار رونے لگے اور کہا: میری پگڑی اتار کر میرے گلے میں ڈالو اور مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کتے کی طرح گھسیٹ کر لے چلو اور بے اختیار زبان پر کلمہ جاری ہوگیا۔

یہ الفاظ سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے باہر تشریف لے آئے اور کہا: اے عمر! تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل پنجشنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمر اور ابوجہل میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں حضرات قوت میں بہت مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا تمہارے حق میں مقبول ہوئی ہے۔

جب کل صبح کو دربار نبوی میں حاضری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کب تک اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھے گا؟ (آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ میرے قتل کے ارادہ سے آ رہا ہے) عرض کیا: یا رسول اللہ! اب تو میں غلام بننے کے لئے آیا ہوں۔

جب یہ کفر کی بجلی اسلام کی تلوار بن گئی تو بہت ہی خوشی منائی گئی، ضعیف و کمزور مسلمانوں کی ہمت

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM WWW.LAULAK.INFO

بندھی، اب تک مسلمان چھپ چھپ کر اپنے دینی فرائض انجام دیتے تھے اور کافروں سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کفار کو جمع کر کے پہاڑی پر چڑھ کر آواز بلند اعلان کیا کہ جسے اپنی ماں اور اپنے باپ کو غم میں رلانا ہو اور جسے اپنے بچے یتیم کرانا ہوں اور اپنی بیوی کو بیوہ کرانا ہو وہ میرا مقابلہ کرے کیونکہ عمر آج سے مسلمان ہو گیا ہے۔

کفر اور کفر نوازوں پر سناٹا چھا گیا، پھر زیر لب چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ابھی تو محمدؐ کے قتل کے ارادہ سے گئے تھے آخر ان کو کیا ہو گیا ہے:

بدلنا ہے اگر تجھ کو بدل جیسے عمرؓ بدلے
نہ جیسے ابولہب بدلا اگر بدلا تو کیا بدلا

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! جب دین سچا ہے تو کسی کے باپ کی کیا مجال ہے کہ ہمیں روکے ہم بھی بیت اللہ (خانہ کعبہ) میں جا کر نماز ادا کریں گے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی درخواست پر کعبہ شریف میں نماز ادا کی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب سے حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا ہے وہ بالادست ہو گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر خاص تھے، اور خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کے عہد میں اس منصب کے ساتھ مدینہ منورہ کے قاضی بھی تھے، آپ نے دس برس اپنے عہد حکومت میں اشاعت دین، رعایا پرور عدل و انصاف، مساوات، اخوت، صبر و قناعت اور فتوحات اسلامی کے سلسلہ میں جو خدمات سر انجام دیں وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہیں۔

آپ کے عہد زریں میں ایک ہزار ۳۶ بڑے بڑے شہر مع مضافات کے فتح ہوئے تھے۔ آپ کے زمانہ خاص میں چار ہزار مساجد اور نو سو جامع مساجد تعمیر ہوئیں، آپ کے زمانہ مبارک میں ایران و روم جیسی طاقتور حکومتیں غلامان رسول کے زیر نگیں ہوئیں اور تمام عالم میں اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔

آپؓ کے جنتی ہونے کی خوشخبری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں دی تھی۔

آپؓ کا قیامت کا تصور اور آخرت کے حساب سے یہ حال تھا کہ ایک روز گھاس کا تنکہ اٹھا کر فرمانے لگے: کاش! میں یہ ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

ایک روز کسی کے گھر کی طرف سے گزر ہوا، وہاں کوئی شخص نماز میں سورۂ طور پڑھ رہا تھا، جب اس آیت پر پہنچا: "بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر ہی رہے گا" تو سواری سے نیچے اتر آئے اور دیوار سے سہارا لگا کر دیر تک بیٹھے سوچتے رہے، اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک ماہ تک بیمار رہے، لوگ عیادت کے لئے آتے تھے لیکن بیماری کی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔

جب کبھی بیت المال کا اونٹ گم ہو جاتا تو خود ہی تلاش کو نکلتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت جبکہ سخت لو چل رہی تھی آپ کو باہر جاتے دیکھا تو حضرت عثمان غنیؓ نے پوچھا تو فرمایا: بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے، اسے تلاش کرنے چلا ہوں، انہوں نے فرمایا: اے خلیفۂ رسول! یہ کام کوئی اور کر لے گا، تو ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن تو باز پرس مجھ سے ہوگی۔

یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپ کے سامنے یمن کا ایک مشہور حلوہ بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اے ابوموسیٰ! کیا یمن کے رہنے والے سب چھوٹے بڑے یہ حلوہ مہیا کرنے اور کھانے پر قادر ہیں؟ ابوموسیٰ نے انکار کیا تو پھر ارشاد فرمایا کہ "اکیلا عمرؓ کیسے کھا سکتا ہے؟"

اس ایک واقعہ سے حضرت عمرؓ کے احساس فرائض اور ذمہ داری کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن اگر اعلان کیا جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں سوائے ایک کے تو مجھے خوف ہوگا کہ وہ ایک شاید میں ہی نہ ہوں۔

رات کو لوگ تو سو جایا کرتے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساری ساری رات گشت کرتے کہ کوئی تکلیف میں نہ ہو اور لوگوں کے دروازوں پر آ کر رات کو باتیں سنتے کہ کہیں کوئی میری شکایت نہ کر رہا ہو اور میرے ڈر سے میرے منہ پر نہ کہہ سکتا ہو۔

آپؓ کے غلام حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ چلو لوگوں کی خبرگیری کے لئے باہر چلیں تو دیکھا مدینہ کے باہر آگ جل رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کے باعث شہر میں نہیں آ سکا، باہر ٹھہر گیا، اس کی خبر لیں رات کو حفاظت کا انتظام کریں، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے رو رہے ہیں، اور چلا رہے ہیں اور ایک دیگچی چولہے پر رکھی ہوئی ہے جس میں کوئی چیز پک رہی ہے اور آگ خوب تیزی سے نیچے جل رہی ہے، آپ نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لے کر اس عورت کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو

رہے ہیں؟ عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہوکر رو رہے ہیں، دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں جو کچھ بھی پک رہا ہے جلدی سے ان کو کھلا دو تاکہ یہ سو جائیں، اس نے عرض کی کہ آپ خود ہی ڈھکنا اٹھا کر دیکھیں، دیکھا تو پانی میں پتھر ابل رہے تھے۔

اس عورت نے کہا کہ یہ صرف بچوں کی تسلی کے لئے ہے تاکہ یہ تسلی رکھیں کہ کچھ پک رہا ہے اور سو جائیں۔ بھلا میرے پاس کھانے کو کہاں، میں بیوہ ہوں، میرا خاوند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شہید ہوگیا تھا اور میرا جوان بیٹا بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک جنگ میں شہید ہوگیا ہے، اب میں اور یہ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو بھوک سے بلک رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ اے ماں! مدینہ منورہ میں خلیفۂ وقت عمر رہتا ہے تو اس سے جاکر درخواست کرتی تاکہ بیت المال سے تیرا وظیفہ مقرر ہوجاتا، اس عورت نے کہا کہ میں کیوں جاتی اس کے پاس، عمرؓ امیر المومنین ہے اس کا ذمہ دار تھا کہ میری اس تنگی کی خبر لیتا۔

حضرت عمرؓ نے اب بھی نہیں بتلایا کہ عمر میں خود ہی ہوں، فوراً شہر کی طرف لوٹے اور بیت المال کا دروازہ کھولا، اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک بوری آٹا اور میٹھا اور گھی اور کپڑے اور درہم لئے اور فرمایا کہ بوری میری کمر پر رکھ دو۔ اسلم کہتے ہیں کہ میں نے ہر چند عرض کی، آدھا سامان میں اٹھالیتا ہوں، مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا اور ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن اگر اس بڑھیا نے دعویٰ کردیا کہ عمرؓ کی خلافت میں میں اور میرے بچے بھوکے رہے تھے تو اس کی جوابدہی کون کرے گا، یہ سامان تو مجھے ہی اٹھانا ہے۔

غرض سب سامان اٹھا کر بہت تیزی سے ان کے پاس پہنچے، بچے رو رو کر سو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً چولہے میں آگ جلائی۔ اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ رو بھی رہے تھے آگ بھی جلا رہے تھے، لکڑیاں کچھ تو ویسے ہی گیلی تھیں، کچھ امیر المومنین کے آنسوؤں سے گیلی ہو رہی تھیں، غرض آگ جلائی، دیگچی میں گھی ڈال کر آٹے کو بھونا پھر میٹھا ڈال کر حریرہ سا تیار کرکے طشتریوں میں ڈال کر بچوں کو جگایا اور اپنے ہاتھ مبارک سے کھلا رہے تھے اور وہ عورت بہت خوش ہو رہی تھی اور دعائیں دے رہی تھی، جب بچے کھا کر کھیلنے میں مصروف ہوگئے اور جو بچا تھا وہ اس عورت کے سپرد کرکے فرمانے لگے کہ یہ اگلے وقت کے لئے رکھ لو اور باقی سامان خورد و نوش بھی سنبھال لو۔

یہ دیکھ کر عورت کہنے لگی: بیٹا! تو عمر سے کہیں زیادہ اس خلافت کا مستحق ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا

ملفوظاتِ طیبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عظیم ظاہر و باطن کے مسلمہ امام اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر، حدیث و فقہ اور زہد و تصوف میں ممتاز و معروف ہیں۔ آپ کے مقالات حکمت اور ملفوظات طیبہ میں ایک ایک اس قابل ہے کہ لوحِ قلب پر لکھا جاوے: ''جو شخص بے ضرورت کاموں میں مشغول ہوتا ہے وہ ضروری کاموں کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ انسان کے لئے سعادت و نیک بختی کی تین علامتیں ہیں: (۱) اول یہ کہ جوں جوں اس کی عمر زیادہ ہو حرص کم ہوتی جاوے، (۲) جوں جوں مال میں زیادتی ہو اس کی سخاوت بڑھتی جاوے، (۳) جوں جوں اس کی قدر و منزلت اور عزت لوگوں میں بڑھتی جاوے، اپنے نفس میں اس کی تواضع و فروتنی بڑھتی جاوے۔ ہدایت کی تین علامتیں ہیں: (۱) بوقت مصیبت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا (یعنی حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے صبر کرنا)، (۲) نعمت حاصل ہونے کے وقت حق تعالیٰ کا شکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رجوع کرنا، (۳) غصہ کے وقت احسان کو قطع نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت ایک نور تابندہ ہے اور لوگوں کے ساتھ انس و محبت زہر قاتل ہے، جب حق تعالیٰ کی محبت قائم ہوجاتی ہے قلب میں تو انسان صرف اسی سے مانوس ہوتا ہے، اس لئے عارفین کے نزدیک حق تعالیٰ اس سے بالا و برتر ہے کہ اس کے سامنے کسی دوسرے سے محبت کریں۔ محبت کی علامت یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو حق تعالیٰ سے غافل کرے، یہاں تک کہ صرف اسی کا شغل رہ جائے۔ وصول الی اللہ کی تین علامتیں ہیں: (۱) تمام احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت، (۲) تمام اعمال میں اسی کے ساتھ سکون و طمانیت، (۳) غلبۂ شوق کی وجہ سے موت کی محبت۔ تین چیزیں شوق کی علامت ہیں: (۱) باوجود راحت و آرام کے موت کا محبوب ہونا، (۲) باوجود عیش کے زندگی سے دل برداشتہ ہونا، (۳) باوجود حاجات پوری ہونے اور بے فکری کے ہمیشہ غمگین رہنا۔ حق تعالیٰ کا تمہیں یاد فرمانا اس سے کہیں زائد و برتر ہے جو تم حق تعالیٰ کو اس کی نعمتوں کی وجہ سے یاد کرتے ہو، کیونکہ پہلے حق تعالیٰ نے تمہیں یاد فرمایا جب تم نے اسے یاد کیا اور حق تعالیٰ کی محبت تمہارے ساتھ بہ نسبت تمہاری محبت کے بہت بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اس نے تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی تم سے محبت فرمائی۔ جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھنے کی فکر میں ہے وہ اپنے عیوب سے نابینا ہوجاتا ہے، اپنی زندگی میں اپنے نفس کو مردہ بنالو تاکہ موت کے بعد مردوں میں تم زندہ نظر آؤ۔

کہ کل بھی تم دربار خلافت میں ضرور آنا، میری عمرؓ سے جان پہچان ہے، میں تمہاری سفارش کروں گا اور تم مجھ کو وہیں پاؤ گی، پھر ذرا آہٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے اب ذرا ہنستا ہوا بھی دیکھ لوں کچھ دیر بعد آپ تشریف لے آئے۔ صبح کو جب وہ عورت دربار میں حاضر ہوئی تو فوراً پہچان گئی کہ او ہو! یہ تو رات کو خلیفۃ المومنین خود ہی تھے۔

حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر بھرے دربار میں ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اے ماں! جو جزا مجھے دینی چاہے اب دے لے، کل کو قیامت میں اللہ کے دربار میں میرے خلاف دعویٰ دائر نہ کرنا کہ عمرؓ کی خلافت میں میں اور میرے بچے بھوکے ہوتے تھے۔

صبح کی نماز میں اکثر لمبی سورتیں مثلاً سورہ کہف اور سورہ طٰہٰ وغیرہ پڑھتے اور روتے، حتیٰ کہ کئی صفوں تک رونے کی آواز آتی، تہجد میں اکثر روتے روتے گر جاتے۔

آخر ایک روز فجر کی جماعت کرا رہے تھے کہ ایک کافر نے ناف اور شانہ کے درمیان خنجر سے وار کیا، حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ نماز کا امام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بنایا اور خود زمین پر پڑے رہے، ان کے علاج کے لئے ایک طبیب کو بلایا گیا، جو انصار میں سے تھا، اس نے آپؓ کے لئے دودھ تجویز کیا، وہ دودھ جوں کا توں زخموں کی راہ باہر نکل گیا، یہ حال دیکھ کر طبیب نے عرض کیا کہ خلیفۂ مومنین! اپنا قائم مقام منتخب کر لیجئے، یہ سن کر آس پاس کے کھڑے ہوئے لوگ رونے لگے، آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رونا ہو وہ یہاں سے چلا جائے۔

اپنے آقاؐ کے پاس دفن ہونے کا شوق

حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب ہے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ بیٹا! حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جا کر کہو کہ عمر سلام کہتا ہے اور دیکھو عبداللہ! امیرالمومنین نہ کہنا، کیونکہ اب میں امیرالمومنین نہیں ہوں اور عرض کرنا کہ عمر چاہتا ہے کہ آپ کے حجرہ مبارک میں اس کے دو محترم رفیقوں کے ساتھ اس کو جگہ دی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں پہنچے تو حضرت عائشہؓ وہاں بیٹھی رو رہی تھیں، آپ نے جب پیغام پہنچایا تو وہ اور زیادہ روئیں اور ارشاد فرمایا کہ میں اس جگہ کو اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی مگر اب میں حضرت عمرؓ کو اپنے پر ترجیح دیتی ہوں۔

جب عبداللہؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھ کو سہارا دے کر بٹھا دو، چنانچہ بٹھائے گئے اور فرمایا اب بتاؤ کیا پیغام لائے ہو؟ انہوں نے پیغام سنایا تو کہنے لگے الحمدللہ! میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی جو خدا نے پوری کر دی۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جب میرا جنازہ اٹھاؤ تو حجرہ شریف کے دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا، پھر سلام عرض کرنا اور یہ عرض کرنا کہ عمر اجازت چاہتا ہے، اگر اجازت دے دیں تو پھر دفن کرنا، ورنہ گور غریباں میں ہی دفن کرنا۔

وفات کے وقت خوف الٰہی سے رونے لگے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے امیرالمومنین آپ کو بشارت ہو، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے وہ آپ سے راضی تھے، اب آپ دنیا سے سدھار رہے ہیں تو سب مسلمان آپ سے خوش ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہو، واللہ! آنے والی منزل اس قدر سخت ہے کہ اگر میرے پاس مشرق و مغرب کے خزانے ہوں اور ان کے فدیہ میں جان چھڑا سکوں تو اس سودے کو ارزاں سمجھوں۔

عالم نزع میں آپ نے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا! میری پیشانی زمین سے لگا دو، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی تو عرض کیا:

"اے اللہ! مجھے اپنی مغفرت سے ڈھانپ لے، اگر ایسا نہ ہوا تو افسوس مجھ پر اور میری ماں پر جس نے مجھے جنا ہے۔"

اس کے بعد جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کی وفات زخمی ہونے کے تیسرے دن بعد ہوئی، آپ کی عمر بھی آپ کے دونوں محترم رفقا کی طرح ۶۳ برس کی ہوئی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تعزیتی اجلاس

چیچہ وطنی (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کا تعزیتی اجلاس مولانا عبدالحکیم نعمانی کی زیر صدارت جامع مسجد رحیمیہ ریلوے روڈ میں منعقد ہوا، جس میں معروف روحانی شخصیت خانوادہ رائے پوری ڈھڈیاں (سرگودھا) حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی تبلیغی و روحانی تحریکی اور اصلاحی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اجلاس میں قاری محمد اصغر عثمانی، محمد بلال فضل، حاجی مظہر علی، محمد الیاس قادری اور محمد ندیم سمیت متعدد کارکنوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں کہا گیا کہ حضرتؒ کی وفات سے پیدا ہونے والا روحانی خلا کبھی بھی پورا نہیں ہو پائے گا۔ اجلاس کے آخر میں سوگواران خاندان اور لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کے لئے بلندی درجات کی اور رضا و رضوان کی دعا کی گئی۔

ہجری سال نو

ابو مریم

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی ہدایت کے لئے آخری دین لے کر تشریف لائے اور آپ کے دین کو اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر قیامت تک کے لئے دین واحد قرار دینے کا اعلان اس ارشاد کے ذریعہ فرمایا۔

"آج کے دن ہم نے دین اسلام
کو کامل و مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام
کر دیں اور تمہارے لئے (قیامت تک)
دین اسلام کو پسند فرمایا۔"

اس ارشاد باری تعالیٰ نے واضح فرمادیا تھا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دین آخری دین آسمانی ہے اور یہی دین تمام دنیا کے لئے قیامت تک قائم رہے گا۔ اس دین کے بعد کسی نئے دین یا کسی نئے نبی کی اور کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں رہے گی۔

دین کامل سے کیا مراد ہے؟ یہ بات ہر ذی عقل سمجھتا ہے کہ کامل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے حصول کے بعد کسی دوسری چیز کی ضرورت نہ رہے اور نہ ہی کسی مسئلہ میں وہ اس کی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہو۔ دین اسلام کامل ہونے اور قیامت تک ہادی ہونے کے یہی معنی لئے جاسکتے ہیں کہ اب اگر کوئی لائحہ عمل عالم انسانیت کو اس کے مسائل اور مشکلات سے نجات دلا کر اسے دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے تو وہ صرف دین اسلام ہے۔

اب اگر زندگی کے کسی مسئلہ میں اسلام کے ماننے والے کو کوئی مشکل یا تکلیف پیش آئے گی تو اس کا حل اسے اس دین میں ملے گا، کسی دوسرے دین یا ازم کی طرف نہیں دیکھنا پڑے گا۔ اسلام کے پیروکار کسی بھی راہنمائی میں کسی دوسرے مصلح یا مدعی نبوت کے منتظر نہیں رہیں گے، بلکہ یہی اسلام کے اصول و ضوابط قیامت تک اس کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ اسی بنا پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی موقع پر کسی دوسرے دین یا گروہ کی بات کو اختیار کرنے کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور سختی سے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ کسی دوسری قوم کی کوئی مشابہت اختیار کی جائے۔ آپ نے ہمیشہ مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ اپنا تشخص اور اپنا امتیاز ہر حال میں برقرار رکھیں، یہی وجہ ہے کہ جب مدینۃ النبی میں پہلی مسجد کے قیام کے بعد نماز باجماعت کے لئے بلانے کے طریقہ کار پر غور کیا گیا تو تمام تجاویز کو صرف اس لئے مسترد کر دیا گیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی دوسری قوم کی امتیازی خصوصیات میں سے تھیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس مقصد کے لئے اسلام کی ایک عظیم الشان امتیازی علامت عطا فرمائی جو کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر اب تک مسلمانوں کے لئے شعائر اسلام کا درجہ رکھتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی گئی کہ اسلام کے پیغام کو دنیا بھر میں عام کر دیا جائے اور قرآن مجید کو جو کہ وحی الٰہی ہے جس کا سلسلہ وفات النبی پر منقطع ہوتا تھا، محفوظ کر لیا جائے اس لئے بہت سارے امور جو کہ سلطنت اسلامیہ سے تعلق رکھتے تھے مکمل نہ ہو سکے لیکن ان کے لئے ایسے اصول و ضوابط متعین کر دیئے گئے جن کی روشنی میں بعد میں آنے والے ان اقدامات کا نفاذ کر سکیں۔

انہی امور میں سے اسلامی سن کا آغاز بھی ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بعض وجوہ کی بنا پر اسلامی سن کا آغاز نہ ہو سکا خطوط وغیرہ میں صرف ان مہینوں کا نام تحریر کر دیا جاتا تھا جو کہ عرب میں رائج تھے لیکن کسی سن وغیرہ کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت صدیقی کا دور بہت مختصر رہا اور اس میں بھی بعض مسائل درپیش رہے جو کہ ان امور کے لئے مانع تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ثانی کی حیثیت سے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو اس وقت اسلامی ریاست کافی علاقوں میں پھیل چکی تھی اور مختلف مقامات پر خلیفۃ المسلمین کی طرف سے عمال مقرر کر دیئے گئے تھے جن کو وقتاً فوقتاً خلیفۃ المسلمین کی طرف سے احکامات و ہدایات جاری کی جاتی تھیں، ان ہدایات و احکامات کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بعض ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے انہیں اس کا احساس ہوا کہ اسلامی سن کا آغاز ہونا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

نے جو یمن کے حاکم اعلیٰ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا کہ آپ کی طرف سے جو تحریریں ہمارے پاس پہنچتی ہیں ان کے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ کب کی لکھی ہوئی ہیں، اس وجہ سے ان کی تعمیل میں بہت دقتیں پیش آتی ہیں، اسی طرح خود حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی مقدمہ سے متعلق ایک تحریر پیش ہوئی جس میں ماہ شعبان کا تعین تھا، لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کون سے سال کا ہے۔ ان وجوہات کے پیش نظر ۱۷ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ النبی اور عالم اسلام میں موجود اکابر صحابہ کرامؓ کو جن میں سیدنا حضرت عثمانؓ اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شامل تھے، مدینہ میں جمع فرمایا اور اس سلسلہ میں مشورہ فرمایا۔ اس مجلس میں عام طریقہ کے متعلق مختلف لوگوں نے اپنی اپنی آراء پیش کیں جن میں اکثر لوگوں کی رائے یہ تھی کہ اس دور کے موجودہ رائج شدہ ماہ و سال کے حساب کو رائج کر دیا جائے۔ اس دور میں اہل روم اور فارس کے حساب قابل ذکر تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی رائے سے اتفاق نہیں کیا کیونکہ ان کے ذہن میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ گونج رہے تھے کہ مسلمانو! کسی دوسری قوم کی اتباع نہ کرو اور آپ کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم رہا تھا جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے مسئلہ پر اختیار فرمایا تھا۔ آخر کار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منشا سمجھ گئے اور سب نے بیک زبان اس کا اظہار فرمایا کہ اسلامی تشخص برقرار رکھنے کے لئے ''اسلامی سن'' کا آغاز کیا جائے، جب اس کا فیصلہ ہو گیا تو اب یہ بات طے کی جانے لگی کہ اسلامی سن کا آغاز کس عظیم واقعہ سے کیا جائے تو اس سلسلے میں چار آراء پیش ہوئیں:

۱:..... سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت۔

۲:..... نبوت و رسالت کا ظہور و ابتداء۔

۳:..... حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ۔

۴:..... خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اس صدی کا عظیم واقعہ آپ کی پیدائش ہے اور آپ کی پیدائش ہی اسلام کے آغاز کا باعث ہوئی، اس لئے اس سے سال اسلامی کا آغاز کیا جائے، جب کہ دوسرے بزرگوں کی رائے کے مطابق انعام خداوندی کا ظہور آپ کی نبوت و بعثت سے ہوا اور تیسرے طبقے کی رائے یہ تھی کہ اس صدی کا عظیم واقعہ آپ کی وفات ہے اور یہ ایسا واقعہ ہے جو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اسلامی سال کا آغاز اس واقعہ سے کر دیا جائے۔ چوتھا طبقہ جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابر صحابہ کرامؓ شامل تھے اور خود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہی رائے تھی کہ اسلام کی شان و شوکت اور اس کے غلبہ و فتح کا آغاز واقعہ ہجرت النبی سے ہوا اور اسی واقعہ سے اسلامی ریاست وجود میں آئی اور اسی موقع پر اسلام ایک جتھے (بلاک) سے نکل کر کل عالم میں متعارف ہوا، اس لئے اسی واقعہ کو اسلامی سال کا آغاز قرار دیا جائے، سب نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپس کی متفقہ رائے کے مطابق احکامات جاری فرما دیے اور اسلامی سال کا آغاز واقعہ ہجرت سے کر دیا گیا اس طرح سال ہجرت کم ہجری متعین ہوا۔

سال کے آغاز کے بعد انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورے کے مطابق محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ یہ مہینہ بہت سی وجوہ کی بنا پر متبرک تھا پھر اسی مہینے میں لوگ حج سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے تھے، اس طرح خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اسلامی سال کا آغاز کیا گیا جو کہ اس وقت سے لے کر آج تک اسی طرح عالم اسلام میں رائج ہے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ نظام ''نظام حساب'' میں اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا ذریعہ رہے گا۔

محرم: اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ محرم ہے، جس کے معنی لائق احترام اور قابل تعظیم کے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اس ماہ دو عظیم الشان شہادتیں ہوئیں، جنہیں قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ ان میں ایک اسلامی سن کا آغاز کرنے والے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے نواسۂ و جگر گوشۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔

صفر: دوسرا مہینہ صفر ہے۔ صفر کے معنی سانپ کے پیٹ کے ہیں۔ دور جاہلیت میں عام خیال تھا کہ انسان کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جو کہ بھوک کے وقت اس کو کاٹتا ہے، اس لئے اس ماہ کو منحوس تصور کیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرمائی اور اعلان فرمایا کہ مصیبت اور راحت کا تعلق مہینوں سے نہیں بلکہ انسان کے اعمال سے ہے۔ جنگ خیبر کا وقوع اسی ماہ ہوا، سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اسی ماہ ہوا۔

ربیع الاول: اسلام کا تیسرا مہینہ ہے، چونکہ یہ ماہ ربیع کے ماہ میں تجویز ہوا تھا، اس لئے اس کا نام ربیع الاول رکھا گیا، اس ماہ کی عظمت و حرمت و فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس ماہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اپنے آخری دین اور اپنی آخری شریعت کے لئے اس اعلان کے ساتھ پیدا فرمایا کہ اب نہ کسی دین کی ضرورت رہے گی اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی، اب نبوت کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ آپؐ نے اسی ماہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ربیع الثانی یا ربیع الآخر: یہ دونوں نام چوتھے اسلامی مہینہ کے ہیں۔ ربیع بہار کو کہتے ہیں،اس ماہ سفر کی نماز شروع ہوئی اور ظہر،عصر وعشاء کی چار رکعتوں کو سفر میں آدھی کرکے دو،دو کردی گئیں،اسی ماہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا واقعہ پیش آیا۔

جمادی الاولیٰ: اسلامی سال کا پانچواں مہینہ ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ کا انتقال اسی مہینہ ہوا۔

جمادی الثانی: اسلامی سال کا چھٹا مہینہ ہے۔ اس ماہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا تھا اور اسی ماہ جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔

رجب: ساتواں مہینہ ہے،لغوی اعتبار سے اس کے معنی ڈرانے اور تعظیم کرنے کے ہیں،اس ماہ کی فضیلت و خصوصیت واقعہ معراج ہے جو کہ ۲۷ رجب کی شب کو ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی،جس کا ذکر قرآن مجید کے پندرھویں پارے میں ہے،اس ماہ میں مسلمانوں کے لئے نماز فرض ہوئی۔

شعبان: اسلامی سن کا آٹھواں مہینہ ہے،اس کے معنی پھیلنے اور وسعت کے ہیں، یہ رحمتوں اور برکتوں کے پھیلاؤ کا مہینہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا۔“

اس ماہ کی پندرھویں شب بہت ہی بابرکت ہے،اس رات کو قرآن میں مبارک رات قرار دیا گیا، اس رات کو شب برأت کہتے ہیں،اس رات کو جاگنا اور اس دن روزہ رکھنا مسنون ہے۔“

رمضان: نواں مہینہ ہے،اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس دنیا کی ہدایت کے لئے جو کتاب نازل کی گئی وہ اسی ماہ مبارک میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتاری گئی۔اس ماہ میں مسلمانوں پر روزے فرض کئے گئے،اس ماہ کی ایک شب کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے بہتر ہے،اس شب کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

شوال: یہ بھی مبارک مہینہ ہے،اس کا پہلا دن مسلمانوں کے لئے خوشیوں اور اجر وثواب کا پیغام لے کر آتا ہے،اس ماہ کے چھ روزے رکھنا سنت ہے، اس ماہ سے اشہر حج کا آغاز ہوتا ہے۔

ذوالقعدہ: یہ اشہر حج کا دوسرا مہینہ ہے۔

ذوالحجہ: اس کے معنی حج والا ہے چونکہ اس مہینہ کی ۹ تاریخ کو اہم رکن عرفہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی ماہ حج کے تمام مناسک پورے کئے جاتے ہیں،اس لئے اس کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر اب تک عالم اسلام میں یہی سن جاری رہا اور مسلم خلفا آپس میں خط وکتابت اسی سن کے حوالے سے کرتے تھے،اس سن اسلامی کو اتنا رواج دیا گیا کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اسی سن کے مطابق سال بہ سال اب تک محفوظ چلی آرہی ہے،اگر ہم سیرت اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس میں اسی ترتیب سے واقعات ملیں گے،لیکن بدقسمتی سے گزشتہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں نے اپنی روایات کو ایک ایک کرکے چھوڑنا شروع کیا اور اس نے اپنا تشخص اور اپنا وقار کھو دیا ہے،وہ ایک ایک چیز میں دوسری قوموں کا شعار اختیار کرچکی ہے حتیٰ کہ اس نے اپنے ممالک میں اسلامی تاریخ وسن کو بھی ترک کردیا۔ پاکستان بھی اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور خیال تھا کہ دیگر اسلامی تعلیمات کے ساتھ یہاں بھی اسلامی تاریخ وسن کے مطابق نظام سلطنت چلایا جائے گا مگر:

”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“

ہم تو اپنا جشن آزادی بھی اس تاریخ کے مطابق نہیں مناتے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تشخص اجاگر کرنے کے لئے تمام اسلامی ممالک اپنا نظام سلطنت اسلامی تاریخ کے مطابق نافذ کریں۔

☆☆..........☆☆

اسلام کی دعوت

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:اسلامی تاریخ کا واقعہ جو او جھل ہوکر رہ گیا،اس کا ذکر گزشتہ ہفتہ میں نے اپنی تقریر میں سرائے میر اعظم گڑھ میں بیان کیا،دوسری صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں سمرقند پر مسلمانوں نے حملہ کرکے فتح حاصل کرلی،ان دنوں سمرقند میں غیر مسلم آباد تھے، جب وہاں کے لوگوں کو بتایا گیا کہ اسلام کی دعوت کے تین مرحلے ہیں۔اول یہ کہ اسلام کی دعوت دی جائے،جب یہ کارگر نہ ہو تو جزیہ جو ایک طرح کا ٹیکس ہے لگایا جائے اور جب یہ بھی کارگر نہ ہو تو تیسرے مرحلہ پر حملہ کرنے کی اجازت ہے۔اسلامی شریعت کی رو سے اسلام کی دعوت کے تین مدارج ہیں۔سمرقند کے باشندوں کو کسی نے بتایا کہ تم لوگ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس جاؤ وہ انصاف کریں گے۔سمرقند کا ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس پہنچا اور سارا حال سنایا،اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک دیوار سیدھی کررہے تھے،آپؒ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا اور مسلمانوں کے سپہ سالار کو تحریر فرمایا کہ مسجد میں اس واقعہ کی تحقیق کریں،لوگوں کی گواہی لیں اور اگر یہ جو بیان کرتے ہیں اگر اس میں صداقت وسچائی ہے تو مسلم فوجیں فوراً سمرقند خالی کردیں۔چنانچہ تحقیق کی گئی تو بات سچ پائی گئی،مسلم افواج کو حکم ہوا کہ سمرقند خالی کردیں۔مسلمان سمرقند چھوڑ کر جانے لگے،اس پر سمرقند کے تمام غیر مسلموں نے اسلام کی اس انصاف پسندی کا بڑا اثر قبول کیا اور سب کے سب مسلمان ہوگئے۔(مرسلہ قاضی محمد اسرائیل گڑنگی)

قیامت اور علاماتِ قیامت

مولانا غلام رسول دین پوری

قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کی اس خوفناک چیخ کا نام ہے جس سے پوری کائنات زلزلہ میں آجائے گی، اس ہمہ گیر زلزلے کے ابتدائی جھٹکوں ہی سے دہشت زدہ ہوکر دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے، اس چیخ اور زلزلہ کی شدت دم بدم بڑھتی جائے گی جس سے تمام انسان اور جانور مرنے شروع ہوجائیں گے، یہاں تک کہ زمین و آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا، زمین پھٹ پڑے گی، پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، ستارے اور سیارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے، آفتاب کی روشنی فنا اور پورا عالم تیرہ و تار ہوجائے گا، آسمانوں کے پرخچے اڑ جائیں گے اور پوری کائنات موت کی آغوش میں چلی جائے گی، اس عظیم دن کی خبر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے تھے مگر رسول خدا، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر بتایا کہ قیامت قریب آپہنچی اور میں اس دنیا میں اللہ کا آخری پیغمبر اور رسول ہوں، قرآن حکیم نے بھی اعلان کیا:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔

ترجمہ: ”قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا۔“

اور یہ کہہ کر سب لوگوں کو چونکایا:

ترجمہ: ”سو کیا یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعتاً آپڑے؟ سو یاد رکھو کہ اس کی متعدد علامات آچکی ہیں، سو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوگی، اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔“

لیکن قیامت کب آئے گی؟ اس کی ٹھیک تاریخ تو کجا، سال اور صدی تک اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، یہ ایسا راز ہے جو خالق کائنات نے کسی فرشتہ یا نبی کو بھی نہیں بتایا۔ جبریل امینؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو ان کو بھی یہی جواب ملا کہ: ”جس سے پوچھا جارہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔“

قرآن حکیم نے بھی بتادیا کہ قیامت کے مقررہ وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں:

”ان اللہ عندہ علم الساعۃ“

ترجمہ: ”بے شک قیامت کی خبر اللہ ہی کو ہے۔“

”الی ربک منتھھا۔“

ترجمہ: ”اس کے علم کے تعیین کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف سے ہے۔“

اہمیت علامات قیامت

البتہ قیامت کی علامات انبیاء سابقین علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو بتلائی تھیں، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہ تھا، اس لئے آپؐ نے اس کی علامات سب سے زیادہ تفصیل سے ارشاد فرمائیں تاکہ لوگ یوم آخرت کی تیاری کریں، اعمال کی اصلاح کرلیں اور نفسانی خواہشات و لذات میں انہماک سے باز آئیں اور آنے والے جمیع فتنوں سے بچ کر اپنے ایمان کو محفوظ کرسکیں۔

آپؐ صحابہ کرامؓ کو انفراداً و اجتماعاً، کبھی اجمال اور کبھی تفصیل سے ان علامات کی تعلیم فرماتے رہے، آپؐ نے ان کی تبلیغ کا کتنا اہتمام فرمایا؟ اس کا اندازہ صحیح مسلم کی ان دو روایتوں سے کریں:

ا:...... حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر ہمارے سامنے خطبہ دیا، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا، پس آپؐ نے اتر کر نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا، پھر اتر کر نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا، پس آپؐ نے ہمیں اس خطبہ میں ان اہم واقعات کی خبر دی جو ہوچکے اور جو آئندہ ہونے والے ہیں، ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ قوی تھا وہی ان واقعات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ (صحیح مسلم ص:۳۹۰، ج:۲)

۲:...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، اس قیام میں آپ نے قیامت تک ہونے والا کوئی اہم واقعہ نہیں چھوڑا جو ہمیں نہ بتلایا ہو، جس نے یاد رکھا، یاد رکھا، جو بھول گیا، بھول گیا، میرے یہ ساتھی بھی یہ بات جانتے ہیں اور آپ نے ہمیں جن واقعات کی خبر دی ان میں سے جو میں بھول گیا ہوں وہ بھی جب رونما ہوتا ہے تو مجھے یاد آ جاتا ہے، جیسے کوئی آدمی جب غائب ہو تو آدمی اس کا چہرہ بھول جاتا ہے، پھر جب وہ نظر پڑتا ہے تو یاد آ جاتا ہے۔ (مسلم ص ۳۹۰ ج ۲)

امت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر احادیث کی طرح علامات قیامت کی احادیث بھی محفوظ رکھنے اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا بڑا اہتمام کیا، حتی کہ بچوں کو ابتدائی عمر ہی سے یہ احادیث یاد کرائی جاتی تھیں، کتب حدیث میں اس باب کی احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ محفوظ ہے جو نسلاً بعد نسل حفظ و روایت کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔

کیفیت علامات

علامات قیامت میں بعض واقعات کی تو اتنی تفصیلات ملتی ہیں کہ بہت چھوٹی چھوٹی چیزوں کی نشاندہی بھی موجود ہے، مثلاً فتنہ دجال اور نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کے دور کی اتنی تفصیلات بیان فرمادی گئیں کہ کسی دوسری علامات میں اس کی نظیر نہیں ملتی، وجہ یہ ہے کہ فتنہ دجال مومنین کے ایمان کی نہایت کڑی آزمائش ہوگا، اگر اس کی تفصیلات لوگوں کے سامنے نہ ہوں تو دجال کے دام فریب میں پھنس جانے کا قوی اندیشہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک اور دیگر تفصیلات بھی اس لئے ضروری تھیں کہ کوئی بوالہوس اگر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے (جیسا کہ مرزا قادیانی ملعون) تو اس کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا جاسکے اور جب وہ تشریف لائیں تو ان کو بآسانی پہچان کر مسلمان ان کے جھنڈے تلے آکر دجال سے جہاد کرسکیں۔

یہی حال امام مہدی علیہ الرضوان کی تفصیلات کا ہے، اتنی کثیر علامات اور ان کی تفصیلات سے بعض اوقات قاری (پڑھنے والا) یہ توقع بھی کرنے لگتا ہے کہ واقعات کی کڑیاں ملا کر وہ قیامت کا ٹھیک ٹھیک زمانہ متعین کرنے میں کامیاب ہوجائے گا، لیکن نہ ایسا ہوا ہے اور نہ ہوسکے گا، کیونکہ قرآن کا واضح ارشاد ہے: "لا تاتیکم الا بغتة"... کہ قیامت تم پر اچانک آپڑے گی... وجہ یہ ہے کہ اول تو بہت سی علامات میں ترتیب کا ادراک نہیں ہوتا کہ کون سا واقعہ پہلے اور کون سا بعد میں ہوگا اور جن واقعات کی ترتیب احادیث مبارکہ میں بیان کردی گئی ہے، ان میں بھی متعدد مقامات پر یہ پتہ نہیں چلتا کہ دونوں واقعات کے درمیان کتنے زمانہ کا فاصلہ ہے؟ پھر بہت سی احادیث میں ایسا اجمال ہے کہ ان کی مراد یقینی طور پر متعین نہیں ہوئی، حتی کہ بعض مقامات پر پڑھنے والے کو تعارض کا شبہ ہونے لگتا ہے، حالانکہ وہاں اجمال ہے تعارض نہیں (یہ اصول یاد رکھا جائے تو انشاء اللہ بے شمار اشکالات و شبہات خصوصاً آج کل کے اخبارات و میڈیا سے اٹھنے والوں کا حل مل جائے گا)۔

علامات قیامت کی تین قسمیں

قرآن پاک میں جو علامات قیامت ارشاد فرمائی گئی ہیں وہ زیادہ تر ایسی علامات ہیں جو بالکل قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں قریب اور دور کی چھوٹی بڑی ہر قسم کی علامات بیان فرمائی ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ (متوفی ۱۰۴۰ھ) نے اپنی کتاب "الاشاعة لاشراط الساعة" میں علامات قیامت کی تین قسمیں بیان کی ہیں: (۱) علامات بعیدہ، (۲) علامات متوسطہ جن کو علامات صغریٰ کہا جاتا ہے، (۳) علامات قریبہ جن کو علامات کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

قسم اول (علامات بعیدہ)

علامات بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے ہوچکا ہے، ان کو بعیدہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، شق القمر کا واقعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، جنگ صفین وغیرہ، یہ واقعات از روئے قرآن و حدیث علامات قیامت میں سے ہیں اور ظہور پذیر ہوچکے ہیں۔

قسم دوم (علامات متوسطہ)

قیامت کی علامات متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر تو ہوگئی ہیں مگر ابھی انتہا کو نہیں پہنچیں، ان میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے اور ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں گی۔

علامات متوسطہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

(۱) لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو، (۲) دنیاوی اقتدار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہ شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو، (۳) لیڈر جب اور امانت دار مجرم ہوں گے، (۴) قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق، رذیل ترین اور فاسق ہوں گے، (۵) بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے، (۶) پولیس کی کثرت ہوگی، جو ظالموں کی پشت پناہی کرے گی، (۷) بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے، (۸) لڑکے حکومت

کرنے لگیں گے، (۹) تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ تجارت میں عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی مگر کساد بازی ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا، (۱۰) ناپ تول میں کمی کی جائے گی، (۱۱) لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لئے حاصل کی جائے گی، (۱۲) قرآن کو گانے بجانے کا آلہ بنالیا جائے گا، (۱۳) ریا، شہرت اور مالی منفعت کے لئے گا گا کر قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور فقہا کی قلت ہوگی، (۱۴) علماء کو قتل کیا جائے گا اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے، (۱۵) اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے، (۱۶) امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا، (۱۷) جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، (۱۸) اچھائی کو برا اور برائی کو اچھا سمجھا جائے گا، (۱۹) اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کئے جائیں گے، (۲۰) بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی، (۲۱) مسجدوں میں شور و شغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی، (۲۲) سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا (حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ سلام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو)، (۲۳) طلاقوں کی کثرت ہوگی، (۲۴) نیک لوگ چھپتے پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا، (۲۵) لوگ فخر اور ریا کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے، (۲۶) شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا، (۲۷) سود، جوا، گانے باجے کے آلات، شراب نوشی اور زنا کی کثرت ہوگی، (۲۸) بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی، (۲۹) دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی، (۳۰) ناگہانی اور اچانک اموات کی کثرت ہوگی، (۳۱) لوگ موٹی موٹی گدیوں (سواریوں) پر سواری کرکے مسجدوں کے دروازے تک آئیں گے، (۳۲) ان کی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر لباس باریک اور چست ہونے کے باعث وہ ننگی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے، (۳۳) مومن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا، (۳۴) مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا، جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

علامات متوسطہ میں اور بھی بہت سی علامات ہیں، ان سب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دور میں دی تھی جب کہ ان کا تصور بھی مشکل تھا مگر آج ہم ان سب کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں کوئی علامات اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے جب یہ سب علامات اپنی انتہا کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، اللہ عزوجل ہمیں ہر فتنہ کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچا دے۔

قسم سوم (علامات قریبہ)

یہ علامات بالکل قرب قیامت میں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گی، یہ بڑے بڑے عالمگیر واقعات ہوں گے، لہٰذا ان کو علامات کبریٰ بھی کہا جاتا ہے، مثلاً ظہور مہدی علیہ الرضوان، خروج دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، آفتاب کا مغرب سے طلوع اور دابۃ الارض اور یمن سے نکلنے والی آگ وغیرہ جب اس قسم کی تمام علامات ظاہر ہو چکیں گی تو کسی وقت بھی اچانک قیامت آجائے گی۔

☆☆......☆☆

ملفوظ

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا: "میرا ایمان ہے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھنا ایمان ہے، اسی طرح مرزا قادیانی سے بغض رکھنا یہ بھی محبت رسول کی علامت ہے۔"

"جو مسلمان قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت چاہتا ہے وہ قادیانیت کی تردید کا کام کرے۔"

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM WWW.LAOLAKNUBUWWAT.INFO

لوڈ شیڈنگ سے چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟

مولانا محمد حنیف جالندھری

اس وقت وطن عزیز کئی بحرانوں کی زد میں ہے، لیکن لوڈ شیڈنگ کا بحران ایک ایسا عذاب ہے جس نے زندگی کے تمام شعبوں کو بہت بری طرح متاثر کیا ہے اور اگر یہ سلسلہ جوں کا توں جاری رہا تو خدشہ ہے کہ کہیں ہم پتھر کے زمانے میں ہی نہ چلے جائیں۔ اس مسئلے کی سنگینی میں اس وجہ سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے کہ عوام حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور حکمران عوام کو الزام دیتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے پر سب کو مل جل کر سوچ بچار بھی کرنی ہوگی اور اس بحران سے چھٹکارا پانے کے لئے عملی طور پر کوشش بھی کرنی ہوگی۔ بجلی کا بحران صرف عوامی مسئلہ نہیں رہا بلکہ یہ ایک قومی اور ملکی معاملہ بن کر رہ چکا ہے۔ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے جس طرح عبادات میں خلل اور دینی معمولات میں حرج واقع ہوا ہے اور گزشتہ چند ماہ سے جس طرح مساجد و مدارس کو ہوشربا بل بھجوائے گئے ہیں، انہیں دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ایک دینی مسئلہ بن گیا ہو۔

اس مسئلے کے حل کے لئے ایک طرف تو حکومت کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور بجلی کی پیداوار کے لئے چھوٹے بڑے ڈیموں کے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبے بنانے ہوں گے، کیونکہ کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی میں توانائی کا شعبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی تیزی سے ترقی کا راز بھی یہی ہے کہ انہوں نے توانائی کے شعبے کی طرف بھرپور توجہ دی۔ وطن عزیز پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، اس کے پاس دریاؤں کا قدرتی نظام اور کوئلے کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں، جن سے سستی بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ پانی سے پیدا ہونے والی بجلی تھرمل کے مقابلے میں زیادہ سستی ہوتی ہے، ہائیڈرل جنریشن یونٹ تھرمل یونٹ کے مقابلے میں آٹھ گنا سستا ہے، بدقسمتی سے تین دہائی کے بعد آبی ذخائر اور بجلی کے کسی بڑے منصوبے کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ سیاسی عدم استحکام، ناقص پالیسیوں اور کمزور حکومتی نظام کی وجہ سے اس شعبے کو نظر انداز کیا گیا، دیگر شعبوں کی طرح توانائی کا شعبہ بھی سیاست کی بھینٹ چڑھ گیا، ملکی اور بین الاقوامی اداروں اور ماہرین کا تجویز کردہ کالا باغ ڈیم بھی سیاست کی نذر ہو گیا۔

۱۹۵۳ء سے ۱۹۹۰ء تک اس ڈیم کے سروے اور فیزیبلٹی رپورٹ تیار کرنے پر اربوں روپے خرچ کئے گئے، اس عرصے میں اس منصوبے پر جتنا تحقیقی اور فنی کام ہوا، دنیا بھر میں کسی اور آبی منصوبے پر نہیں ہوا لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا اور بالآخر اس پروجیکٹ کو ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دوسری طرف ہماری ناقص خارجہ پالیسی کی وجہ سے بھارت نے ۱۹۶۰ء کے سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان کے حصے کے دریاؤں کو روک کر کشن گنگا اور بگلیہار ڈیم سمیت کئی چھوٹے بڑے ڈیموں پر کام شروع کر دیا، جن سے پاکستان کے آبی ذخائر میں مزید کمی کا خطرہ ہے، اس لئے حکومت کو چاہئے کہ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگی بنیادوں پر کام کا آغاز کرے۔

اسی طرح عوام پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عوام بجلی کے استعمال میں کفایت شعاری اور احتیاط سے کام لیں۔ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے "شیطان کے بھائی" قرار دیا ہے، اس لئے جہاں ایک لائٹ سے کام چل سکتا ہو وہاں دس لائٹیں جلانے سے گریز کیا جائے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادی بیاہ کے موقع پر بے جا لائٹنگ کی جاتی ہے، رات گئے تک بلکہ پوری پوری رات لائٹیں جلتی رہتی ہیں، اسی طرح شاپنگ سینٹرز پر لائٹنگ کی جاتی ہے، دکانوں کے اندر اتنی زیادہ لائٹیں جلائی جاتی ہیں کہ خریداروں کو کوئی چیز خریدتے ہوئے بھی دقت پیش آتی ہے، دکانوں پر جلائی جانے والی فضول لائٹیں فضول خرچی کے ساتھ ساتھ دھوکا دہی کے زمرے میں بھی آتی ہیں، کیونکہ لائٹوں کی چکا چوند میں چیز کچھ ہوتی ہے اور نظر کچھ آتی ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے عوامی سطح پر بھی شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے اور حکومتی سطح پر بھی اس پر باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہئے اور اس کی روک تھام کے لئے سنجیدگی کا مظاہرہ ہونا چاہئے، اسی طرح رات کو لائٹیں بند کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے، حدیث مبارکہ میں سونے کے آداب میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سونے سے قبل بسم اللہ پڑھ کر چراغ گل کر دینا چاہئے۔

ایک اور معاملہ اس مسئلے کی سنگینی میں اضافہ کرتا

ہے اور وہ ہے فطرت سے بغاوت۔ اللہ رب العزت نے دن کو کسب معاش اور رات کو آرام وراحت کے لئے بنایا ہے لیکن ہمارے ہاں اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے، اگر اس معاملے میں ہم فطری ترتیب پر چلنے لگیں تو یقیناً اس بحران سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ مجھے گزشتہ دنوں بیرون ملک جانے کا اتفاق ہوا تو میں وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان شاپنگ سینٹروں میں جہاں دن کے وقت تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی رات ہوتے ہی سناٹا چھا جاتا ہے، اشیائے خوردنی اور میڈیکل اسٹوروں کے علاوہ باقی تمام مارکیٹیں بند ہو جاتی ہیں اور زیادہ تر کام دن کی روشنی میں سرانجام دیے جاتے ہیں، وہ لوگ اگرچہ بجلی کے بحران کا شکار نہیں لیکن اس کے باوجود جب ان کے ہاں اس قدر اہتمام ہوتا ہے تو ہمارے ہاں جہاں کئی علاقوں کے لوگ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے گرمی سے بلبلاتے ہوں اور اندھیرے میں رہتے ہوں، وہاں کے لوگوں کو بجلی کے معاملے میں شاہ خرچیاں اور اسراف قطعی طور پر زیب نہیں دیتا۔

موجودہ حالات میں جہاں زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والوں پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں علمائے کرام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معاملے میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ علمائے کرام سماجی اور عوامی مسائل سے خود کو لاتعلق ظاہر کرتے ہیں اور منبر ومحراب سے عوامی اور سماجی مسائل کے لیے جس قسم کی آواز اٹھانی چاہیے یا جس قسم کی راہنمائی ملنی چاہیے وہ عوام کو نہیں مل پاتی، جس کی وجہ سے عوام اور علماء کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں، ہمیں اس خلیج کو ختم کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہیے۔

☆☆......☆☆

ترے آقا کا جبریل امیں ادنیٰ سا درباں تھا

مسلماں، آہ مسلماں! یاد ہے جب تو مسلماں تھا
تری گفتار قرآں تھا، ترا کردار قرآں تھا
کہیں تھی سطوت قیصر، کہیں تھی دولت کسریٰ
ترا سرمایۂ نازش مگر اک نور ایماں تھا
نہ تیغ اصفہانی تھی نہ زرہ سیستانی تھی
فقط جوشِ شہادت اے مجاہد تیرا ساماں تھا
تری فتح بدر پر تو جو راضی تو خدا راضی
اُحد میں تو پریشاں تھا تو دوراں بھی پریشاں تھا
زہے قسمت کہ شاہِ دو جہاںؐ تیرے مربی تھے
کہ تو جب ان کا خواہاں تھا خدا بھی تیرا خواہاں تھا
فلک اقرار کرتا ہے تری شانِ کریمی کی
کہ تو جب گل بداماں تھا زمانہ گل بداماں تھا
یتیموں کا تو خادم تھا ضعیفوں کا سہارا تھا
تو رانڈوں کا محافظ تھا خدا تیرا نگہباں تھا
یہاں صدیقؓ واں فاروقؓ، یاں سلماںؓ وہاں عثمانؓ
ادھر حیدرؓ اُدھر بوذرؓ فدا شمعِ فاراں تھا
ذرا چشمِ تصور سے نگاہ کر اپنے ماضی پر
کہ جب تاریک عالم میں ترا گھر ہی چراغاں تھا
بیاں اخگر سے کیوں ہو عظمتِ رفتہ کا افسانہ
ترے آقا کا جبریل امیں ادنیٰ سا درباں تھا

اسلامی کیلنڈر کی ضرورت واہمیت

حافظ سید عزیز الرحمن

ہجری تقویم اسلام کی چند اہم خصوصیات میں سے ایک ہے، اس کا شمار شعائر اسلام میں بھی ہوتا ہے، یہ تقویم عہد نبوی کے اہم واقعے کی جانب منسوب ہے، جسے مورخین اور اہل سیر ہجرت مدینہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ہجرت مدینہ

ہجرت مدینہ، غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے، سرفروشی اور جاں نثاری کی نہ جانے کس قدر قیمتی داستانیں اس واقعے سے مربوط ہیں، قسام ازل نے ہجرت مدینہ کوان گنت شرف عطا فرمائے ہیں، یہ شرف بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل ونہار کی گردشوں کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے مسلمانوں کی انتقال آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریش مکہ کی ایذا رسانیوں کے سبب تھی، مگر درحقیقت خالق کائنات نے اپنے پسندیدہ دین، دین اسلام کی عظمت وشوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اس کی ضیاپاش کرنوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لئے جو وقت متعین کیا تھا، اس کا آغاز اسی ہجرت مدینہ سے ہوا۔

ہجرت مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے جو اسلامی ریاست وسلطنت کی بنیاد ہے، نیز اس کی تعلیمات دیگر مذاہب اور دنیا میں مروج نظاموں کی طرح محض تخیلاتی یا کاغذی وکتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول، قابل عمل اور لائق نفاذ ہے۔

جبکہ ہجرت سے قبل مسلمان مکہ میں کمزور حالت میں تھے، انہیں نہ مذہبی آزادی حاصل تھی نہ ان کے پاس سیاسی اقتدار موجود تھا اور نہ ہی معاشی اعتبار سے ان کو بے فکری، اطمینان اور سکون حاصل تھا، ہر طرح کا اختیار اور مکمل اقتدار دشمنوں اور مخالفوں کے پاس تھا، تمدن اور معاشرت کے لوازم سے بھی مکہ کے مسلمان محروم تھے اس لئے یہاں رہ کر وہ اسلام کے سیاسی ومعاشرتی نظام کی تشکیل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، اس کے برعکس مدینہ منورہ میں خالق کائنات نے ایسے اسباب جمع کر دیئے تھے جو اس کام کے لئے ضروری اور مناسب تھے، مدینہ منورہ میں جو لوگ ابتدا میں مسلمان ہوئے وہ ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے، جن کے پاس ریاست کی زمام کار پہلے ہی سے موجود تھی اور ان پر کسی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا، اس لئے ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مکمل انداز میں یہ موقع ملا کہ وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل دیں جس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر استوار ہو اور جو زندگی کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ سے منفرد وممتاز ہو اور اس عالمگیر دعوت کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان گزشتہ ۱۳ سال سے مخالفین اسلام اور دشمنان دین کی مختلف الجہت اور مختلف النوع سازشیں، مصیبتیں برداشت کرتے چلے آرہے تھے، یہ تھا تقویم اسلامی کے ہجرت مدینہ سے آغاز کا تاریخی پس منظر، اگر دیکھا جائے تو اسلامی تقویم کے آغاز کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور مناسب واقعہ یا موقع ہو ہی نہیں سکتا۔

تقویم اسلامی کی اہمیت

تقویم اسلامی کے معاملے کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کافی غوروخوض اور دیگر صحابہ کرامؓ سے طویل مشورے کے بعد کیا تھا، جملہ اہم بالشان معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔ تقویم دراصل کسی قوم کی شناخت اور تعارف کا ذریعہ ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"قومی زندگی کے مقدمات میں سے ایک نہایت اہم چیز سن اور تاریخ ہے جو قوم اپنا سن نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی، قوم کا سن اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال وعروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے، یہ قومی زندگی کے ظہور وعروج کی ایک جاری وقائم یادگار ہے، ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی، کیونکہ سورج کے طلوع وغروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔" (مولانا

ابوالکلام آزاد "رسول رحمت" ترتیب مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص:۲۰۳)

عربوں میں تقویم کا رواج

عربوں میں چونکہ لکھنے پڑھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، اس لئے تقویم اور ماہ و سال کے حساب کا بھی کوئی خاص طریقہ مقرر نہ تھا، نہ ان کا کوئی خاص سن تھا، اس لئے اگر کوئی بات بیان کرنی ہوتی تو کسی اہم واقعے سے ماہ و سال کا حساب کرلیا کرتے تھے، چنانچہ ابن الجوزی عامر الشعبی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب روئے زمین پر آدم کی اولاد کی تعداد زیادہ ہوگئی اور وہ اطراف و اکناف میں پھیل گئے تو انہوں نے ہبوطِ آدم سے تاریخ شمار کی، یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا، وہاں سے نار خلیل تک تاریخ کا حساب کرتے رہے، پھر یوسف کے واقعے سے تاریخ کا حساب کیا گیا، وہاں سے حساب بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے واقعے سے تاریخ شمار ہوئی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کو بنیاد بنایا گیا۔ (شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی "الاعلان بالتوبیخ" اردو ترجمہ ڈاکٹر سید محمد یوسف، مرکزی اردو بورڈ لاہور جون ۱۹۶۸ء ص:۱۷۵)

واقدی کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا شمار پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے طوفان نوح تک تھا، پھر نار خلیل تک، وہاں سے بنو اسماعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی، وہاں سے معد بن عدنان کے زمانے تک، پھر وہاں سے کعب بن لوی کے عہد تک اور وہاں سے عام الفیل تک تاریخ شمار کی گئی (ایضاً)

نیز حمیر والے اپنے بادشاہ تبع کے عہد سے تاریخ کا حساب کرتے تھے، غسان والے سد مآرب کے پھٹنے سے اور صنعا والے یمن پر حبشیوں کی فتح اور بعد ازاں ایرانیوں کے غلبے سے، بعد میں عرب اپنی لڑائیوں سے حساب تاریخ رکھا کرتے تھے، مثلاً بسوس، داحس اور غبرا کی لڑائی سے ذی وقار حرب فجار جیسے معرکوں سے۔ (ایضاً ص:۱۷۶)

اسلام آجانے کے بعد بھی مسلمانوں کا یہی طرز عمل قائم رہا اور اب سورتوں کے نزول کی نسبت سے واقعات یاد رکھے جانے لگے، ہجرت کے بعد جب منکرین سے قتال کی اجازت ملی اور سورۂ حج نازل ہوئی تو کچھ عرصے تک یہ واقعہ بطور سن استعمال ہوا، پھر جب سورۂ براۃ کا نزول ہوا تو سن براۃ چل پڑا، آخر میں سن الوداع مشہور ہوا، جو حجۃ الوداع کے بعد رائج ہوا۔ (شاہ مصباح الدین شکیل "سیرت احمد مجتبیٰ" پاکستان اسٹیٹ آئل، کراچی ۱۹۹۶ء، ج:۲، ص:۵۶)

یہ بھی کہا گیا کہ سن ہجرت کے آغاز سے قبل لوگ ہر سال کو اس واقعے کا نام دیتے تھے جو اس میں وقوع پذیر ہوتا تھا اور اسی سے تاریخ بتاتے تھے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں قیام کا پہلا سال مکہ سے ہجرت کی اجازت کا سال کہلاتا تھا، دوسرا سال جنگ کے اذن کا اور تیسرا التمحیص (آزمائش) کا۔ (الاعلان، ص:۱۷۶)

یہی وجہ ہے کہ اس دور کی تاریخیں گڈمڈ ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر تاریخی واقعات کے بارے میں بڑا اختلاف تاریخ پایا جاتا ہے۔

اسلامی تقویم کی ضرورت

اسلامی تقویم کی ضرورت کب، کیسے اور کیوں پیش آئی؟ اس کے متعلق کئی روایات ملتی ہیں، جن کا تذکرہ ذیل میں علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت:

حاکم نے "اکلیل" میں ابن شہاب زہری سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا، سو ربیع الاول سے اس کا آغاز ہوا۔" (ابوجعفر محمد بن جریر طبری، م ۳۱۰ھ، "تاریخ الرسل والملوک" بیروت، ج:۲، ص:۳۸۸، ابن الحجر العسقلانی م ۸۵۲ھ "فتح الباری" قدیمی کتب خانہ کراچی، ج:۷، ص:۳۳۱، محمد بن عبدالباقی الزرقانی "شرح المواہب اللدنیہ" دارالمعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج:۱، ص:۳۵۲، محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۳ء، ج:۱۲، ص:۳۰۶)

یہی روایت ابوجعفر بن نحاس نے اپنی کتاب صناعۃ الکتاب میں بھی ذکر کی ہے۔ (شیخ عبدالحئی الکتانی "نظام الحکومۃ النبویۃ" المسمیٰ التراتیب الاداریہ، دارالکتاب العربی، بیروت ص:۱۸۰) اور قلقشندی نے بھی ابن شہاب زہری ہی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (قلقشندی، "صبح الاعشیٰ" بیروت، ج:۶، ص:۲۴۰) لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو معضل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ (ابن حجر "فتح الباری، ج:۷، ص:۳۳۱) لیکن اس کے برعکس یہی روایت یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ سے نقل کی ہے: "اسلامی تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔" (سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۱۲، ص:۳۰۶)

ابن عساکر نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح بات بھی یہی ہے کہ تقویم اسلامی کا آغاز حضرت عمر بن الخطابؓ کے حکم اور صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے ہوا۔ (ایضاً طبری، ج:۲، ص:۳۸۸) البتہ آغاز کے لئے ہجرت مدینہ کے اہم واقعے کو بنیاد بنایا گیا، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

دوسری روایت:

دوسری روایت ابوطاہر بن محمش الزیادی نے "تاریخ الشروط" میں ذکر کی ہے اور اسے علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی نقل کیا ہے، روایت یہ ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کا ہجرت

مدینہ سے آغاز کیا، جب آپؐ نے نجران کے نصاریٰ کو خط ارسال کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس خط پر تاریخ ڈالنے کا حکم دیا۔'' (التراتب الاداریہ، ص:۱۸۱، اس بارے میں موصوف نے اپنی کتاب الشماریخ فی علم التاریخ میں مفصل بحث کی ہے، دیکھئے التراتب محولہ بالا، سبل الہدی والرشاد، ج:۱۲، ص:۳۶)

تیسری روایت:

امام احمدؒ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

''سب سے پہلے ہجری تاریخ کا آغاز یعلی بن امیہ نے کیا، جب وہ یمن میں تھے۔'' (ابن حجر، فتح الباری، ص:۳۴۲، ابوالفدا اسماعیل بن کثیر، م ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج:۳، ص:۲۱۷، یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود راقم کو مسند احمد میں نہیں مل سکی، مگر حاکم نے مستدرک میں اس کے الفاظ نقل کئے ہیں، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم ''المستدرک'' دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۰ء، ج:۳، ص:۹، ۴۷، رقم:۵۷۹۰، ۱۳۸۸)

چوتھی روایت:

اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ اشعریؒ نے جب وہ یمن کے گورنر تھے، اپنے ایک خط میں حضرت عمرؓ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی، خط کی عبارت یہ تھی: ''ہمارے پاس آپ کے جو خطوط آتے ہیں ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی۔'' (ڈاکٹر حمید اللہ ''الوثائق السیاسیہ'' دارالنفائس بیروت ۱۹۸۵ء، ص:۵۲۱، رقم الوثیقہ:۳۶۸)

پانچویں روایت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک چیک لایا گیا، اس پر شعبان تحریر تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کون سا شعبان؟ جو گزر گیا ہے، جو جاری ہے یا جو آنے والا ہے؟ لوگوں کی سہولت کے لئے کوئی نظام طے کردو تاکہ وہ تاریخ کا صحیح علم رکھیں۔ (ابن حجر، ص:۳۴۲، سبل الہدی والرشاد، ص:۳۸، الاعلان:۱۷۱)

یہ روایت احمد بن حنبل اور ابوعروبہ نے الاوائل میں، بخاری نے الادب المفرد میں اور حاکم نے بھی میمون بن مہران سے نقل کی ہے۔ (الاعلان ایضا، ابوالیقظان نے بھی حضرت عمرؓ سے اس طرح نقل کیا ہے، دیکھئے الاعلان محولہ بالا و سبل الہدی والرشاد محوالہ بالا)

چھٹی روایت:

اس سلسلے کی ایک روایت ابن ابی خثیمہ کی ابن سیرینؒ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا، اس نے بتایا کہ میں نے ایک چیز دیکھی ہے، جسے تاریخ کہا جاتا ہے، اس میں یوں لکھتے ہیں: فلاں سال اور فلاں مہینہ، حضرت عمرؓ نے اسے پسند فرمایا اور اسلامی تقویم، تقویم ہجری کا آغاز فرمادیا۔ (ابن حجر، ص:۳۴۲، سبل الہدی والرشاد محولہ بالا)

اس روایت کو ابوداؤد طیالسی نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابن کثیر البدایہ، ج:۳، ص:۲۱۷) اور سخاوی کے ہاں بھی یہ روایت موجود ہے۔ (الاعلان:۱۷۱)

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM

روایات پر ایک نظر

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان روایات پر جن میں کسی قدر اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے، سند و متن اور درایت کے اعتبار سے ایک نظر ڈالتے چلیں تاکہ درست نتائج تک پہنچنا ہمارے لئے آسان ہوسکے۔

۱:...... پہلی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز تاریخ کا حکم دیا اور ربیع الاول سے آغاز ہوا، لیکن اس روایت کو معضل قرار دیا گیا ہے، نیز یہی روایت اس کے برعکس یعقوب بن سفیان نے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ اسلامی تاریخ کا آغاز واقعہ ہجرت سے ہوا، ان الفاظ سے بھی اس روایت کا مفہوم واضح اور متعین اور تعارض ختم ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ ابن حجرؒ اور سخاویؒ وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مشہور اور محفوظ روایت یہ ہے کہ تاریخ کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہوا۔ (ابن حجر، فتح الباری، ص:۳۴۱، وطبری، ج:۲، ص:۳۸۸ وسخاوی، الاعلان، ص:۱۶۸)

۲:...... دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ اہل نجران کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط تحریر کیا تھا اس میں حضرت علیؓ کو تاریخ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا، مگر یہ بات بھی غور طلب ہے، کیونکہ اہل نجران کے نام آپؐ کے خطوط جن کتب میں تحریر ہیں ان میں کہیں بھی تاریخ کا ذکر نہیں ہے، تمام بغیر تاریخ کے ہیں۔ (ان خطوط کے لئے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر حمید اللہ ''الوثائق السیاسیہ'' ص:۱۶۵ تا ۱۸۰) نیز آپؐ کے چھ خطوط مبارکہ دستیاب ہوگئے ہیں، جن کے عکس متعدد کتب میں شائع ہوچکے ہیں۔ (ان خطوط کے لئے ملاحظہ کیجئے سید فضل الرحمن ''خطوط ہادی اعظم'' زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی) یہ تمام خطوط ۵ ہجری کے بعد کے تحریر کردہ ہیں، ان میں بھی کسی میں تاریخ موجود نہیں ہے، اس بارے میں تفصیلی بحث مضمون کے آخر میں آئے گی۔

۳:...... تیسری روایت امام احمد کی ہے، اس میں یعلی بن امیہ کے بارے میں ذکر ہے کہ انہوں نے یمن میں تاریخ اسلامی کا آغاز کیا تھا، اگرچہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہے مگر اس میں عمرو بن دینار اور یعلی بن امیہ کے مابعد انقطاع ہے۔

۴:...... چوتھی، پانچویں اور چھٹی روایت معناً قریب تر ہیں، ان میں زیادہ فرق نہیں ہے، یہ عین ممکن ہے کہ یہ تمام اسباب اس موقع پر جمع ہوگئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ نے کب تاریخ کا آغاز کیا

اسلامی تاریخ کے آغاز کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے مشورے کے بارے میں تین اقوال مذکور ہیں: ۱۶ ہجری، ۱۷ ہجری، ۱۸ ہجری (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،

ج:۳،ص:۲۱۶) جبکہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے ''الفاروق'' میں ۲۱ ہجری کا قول نقل کیا ہے۔(شبلی نعمانی، الفاروق ص:۲۹۰) ابو موسیٰ اشعری اور ابن سیرینؒ سے ۱۷ ہجری کا قول نقل کیا گیا ہے(زرقانی، ج:۱،ص:۳۵۲) اور محمد بن اسحاق نے زہری اور شعبی سے بھی ۱۷ ہجری کا ہی قول نقل کیا ہے۔(ابن کثیر، ج:۳،ص:۲۱۶) ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ بار خلافت سنبھالنے کے ڈھائی برس کے بعد محرم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ کیا(شامی ایضاً، ص:۳۸) اس اعتبار سے بھی ۱۹ ہجری ہی بنتا ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا آغاز ۱۳ ہجری، جمادی الآخر میں ہوا تھا(ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج:۸،ص:۱۸) یعقوبی نے بھی ۱۶ ہجری کا قول اختیار کیا ہے وہ ۱۶ ہجری کے واقعات میں لکھتا ہے:

''اسی زمانے (۱۶ ہجری) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے، پہلے انہیں خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے شروع کریں، پھر خیال کیا کہ آپؐ کی بعثت مبارکہ سے ابتدا کی جائے، لیکن حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ہجرت سے آغاز کیا جائے، سو حضرت عمرؓ نے ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ہجرت نبوی سے اسلامی تقویم کے آغاز کا فیصلہ فرمادیا۔''

(احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی دارصادر، بیروت، ج:۲،ص:۱۴۵)

نیز ابن سعد کا بیان ہے:

''حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ربیع الاول ۱۶ ہجری سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا، چنانچہ تاریخ لکھنے کے سلسلے کا آغاز انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے واقعہ سے کیا۔'' (محمد بن سعد الطبقات الکبریٰ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء ج:۳،ص:۲۱۳)

ان تمام روایات کے تتبع سے بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۶ ہجرت میں اسلامی ہجری تقویم کا آغاز ہوا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے حسب عادت صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے اس میں ان کا مشورہ چاہا، مختلف باتیں سامنے آئیں، جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے، مشورے میں ہرمزان کو بھی طلب کیا گیا، وہ ایرانی شہنشاہ کی جانب سے خوزستان کے گورنر تھے اور مسلمان ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھے، حضرت عمرؓ ان سے بھی اہم معاملات میں مشورے کرتے تھے، ہرمزان نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک حساب موجود ہے جسے ماہ روز کہتے ہیں، اسی کو عربی میں مورخ بنالیا گیا اور تاریخ کو اس کا مصدر قرار دیا گیا، لیکن بعض دوسرے حضرات کے خیال میں جن میں اہل لغت کی ایک بڑی جماعت شامل ہے، یہ لفظ عربی الاصل ہے اور ''الارخ'' سے مشتق ہے جو گائے کے نر بچے کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع آراخ اور اراخ آتی ہے ابو منصور جوالیقی کے بقول الارخ وقت کو کہتے ہیں اور التاریخ توقیت کو۔(شامی، ص:۳۱)

بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ ہجرت مدینہ سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا جائے، اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ کس کی رائے سے ہجرت کے آغاز تقویم کا فیصلہ ہوا؟ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی لکھتے ہیں کہ جن امکانی صورتوں پر اتفاق ہوا اور جن سے آغاز تقویم ہوسکتی تھی وہ چار تھیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے، (۲) بعثت مبارکہ سے، (۳) ہجرت سے، (۴) وفات سے۔

ان میں سے ولادت اور بعثت کے وقت کے بارے میں اس قدر اختلاف تھا کہ ان کا سال متعین نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا، وفات سے اس لئے آغاز تقویم نہیں کیا گیا کہ وہ واقعہ رنج و الم اور افسوس وصدمے کا باعث تھا، اب صرف ہجرت مدینہ باقی رہ گئی، چنانچہ اسی سے آغاز کردیا گیا۔(ابن حجر ''فتح الباری'' ج:۷،ص:۳۳۲، الاعلان، ص:۱۴۹)

اور حاکم نے سعید بن المسیب سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ تاریخ کا آغاز کس واقعے سے کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اس روز سے آغاز کریں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اور سرزمین شرک (مکہ مکرمہ) کو چھوڑا تھا۔''

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز قبول کرلی (ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم ''المستدرک علی الصحیحین'' دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج:۳،ص:۱۵، رقم ۴۲۸۷/۳۱، ذہبی نے اس روایت کی موافقت کی ہے اور اسے ''صحیح'' کہا ہے) ابن عساکر نے بھی سعید بن المسیب سے اسی طرح نقل کیا ہے(شبلی نعمانی الفاروق، ص:۲۹۰) اور مقریزی نے بھی حضرت سعید بن المسیب سے یہی ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کس روز سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا جائے پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس روز سے جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اور مکہ کو چھوڑا تھا، سو حضرت عمرؓ نے اسی طرح کیا۔(مقریزی ''امتاع الاسماع'' ج:۲،ص:۵۶ طبع جانی مصر)

(جاری ہے)

خبروں پر ایک نظر

مولانا شجاع آبادی کا دورہ بہاولپور

بہاولپور (مولانا محمد اسحاق ساقی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی دو روزہ تبلیغی و تنظیمی دورہ پر بہاولپور تشریف لائے۔ ۱۹ نومبر کو بعد نماز مغرب جامع مسجد بستی کے شاہ میں مفتی محمد یوسف مدرس دارالعلوم مدنیہ کی دعوت پر شفاعت نبوی کے عنوان پر خطاب کیا۔ آپ نے حدیث شفاعت کی روشنی میں شفاعت نبوی کبریٰ پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ قیامت کے روز جب تمام انسان بشمول انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم امتی، امتی پکار کر اپنی امت کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن شفاعت نبوی عقیدہ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہوگی۔ نیز آپ نے قادیانیت کے کفریہ عقائد سے سامعین کو آگاہ کیا۔ ۱۹ نومبر بعد نماز عشاء، جامع مسجد عنبریہ چوک شاہدرہ میں تکمیل دین، اتمام نعمت اور پسندیدگی اسلام کے عنوان پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دین جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا، چلتے چلتے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر تکمیل پذیر ہوا۔ ایسے ہی نعمت نبوت تمام کمالات کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادی گئی۔ آپ کے بعد کسی شخص کو نبوت کا کوئی مقام نہیں عطا فرمایا جائے گا، جس کے حصول کے بعد وہ نبوت کے منصب پر فائز ہو۔ انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خاص ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان قادیانیت کے تعاقب کو اپنے ایمان کا جزو اعظم سمجھیں۔ انہوں نے آخر میں شاہدرہ میں ختم نبوت کے ورکر عبدالغنی مرحوم کی مغفرت کی دعا کی۔ حافظ محمد یوسف نے مہمانوں کے اعزاز میں عشائیہ کا انتظام کیا۔ ۲۰ نومبر صبح کی نماز کے بعد جامع مسجد ختم نبوت ریاض کالونی میں پروفیسر عطاء اللہ اعوان کی دعوت پر خطاب کیا اور اوصاف نبوت پر عام فہم انداز میں گفتگو کی اور مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کے دس دلائل بیان کئے، بعد ازاں سوال و جواب کی نشست میں سامعین کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ مجاہد ختم نبوت پروفیسر عطاء اللہ اعوان کا والد رحیم بخش اعوان قادیانی تھا بلکہ مرزا قادیانی کا ساتھی تھا، اللہ پاک نے مجلس کی برکت سے انہیں (پروفیسر صاحب) کو قادیانیت سے نجات نصیب فرمائی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے ان کی تعلیم و تعلم کا بندوبست کیا۔ ایس ای کالج (صادق ایجرٹن کالج) بہاولپور سے پروفیسر ہوئے، مجلس کے تمام بزرگوں کے ساتھ نیاز مندانہ تعلقات رہے۔ شیخ مناظر ختم نبوت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سے برادرانہ تعلقات تھے۔ حضرت اشعرؒ کے جنازہ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ جب بھی مرکز سے کسی ساتھی کا تبلیغی پروگرام ہوتا ہے تو موصوف کی خواہش ہوتی ہے کہ ایک وقت کا کھانا یا ناشتہ ان کے ہاں ہو، تو پرتکلف کھانا اور ناشتہ سے مہمانوں کی تواضع فرماتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں صبح کی نماز کے بعد بیان ہوا بعد ازاں انہوں نے حسب عادت مہمانوں کا پرتکلف ناشتہ کیا، جس میں مولانا شجاع آبادی کے علاوہ مسجد کے امام صاحب اور محمد اسحاق ساقی شریک تھے۔ ناشتہ کے علاوہ بزرگان تحریک ختم نبوت کے ایمان افروز واقعات بھی بیان فرمائے۔ تقریباً دو گھنٹہ تک محفل جاری رہی۔ اللہ پاک موصوف کی صحت، زندگی اور ایمان میں برکت نصیب فرمائیں۔ ۲۰ نومبر جمعۃ المبارک کا خطبہ مولانا شجاع آبادی نے جامع مسجد ٹرسٹ کالونی میں دیا، جہاں تبلیغی جماعت کے بزرگ راہنما مولانا محمد احمد انصاری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے امیر حاجی سیف الرحمن، بزرگ ورکر عبدالرحمن انصاری کی عیادت و ملاقات کی۔ ۲۰ نومبر بعد نماز عصر شیر محمد قریشی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت احمد پور شرقیہ کے دو صاحبزادوں کے نکاح پڑھائے اور ایک بیٹے کی دعوت ولیمہ میں شرکت کی۔ شیخ محمد شاہد بہاولپور میں مجلس کے بہی خواہوں میں سے ہیں ان کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ مرکز سے آنے والے حضرات کا ایک وقت کا کھانا، ناشتہ یا کم از کم چائے ان کے ہاں ہوجائے ان سے صرف ملاقات ہوئی۔ باقی انہیں تواضع کا موقع نہ مل سکا۔ ۲۱ نومبر کو مولانا عطاء الرحمن مہتمم دارالعلوم مدنیہ کی قیادت میں ایک قافلہ ملتان کے لئے روانہ ہوا، جس نے نبیرہ امیر شریعت سید ذوالکفل بخاری کی وفات پر پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور سید کفیل بخاری سے اظہار تعزیت کیا۔

نوجوان محاذ ختم نبوت کا سرمایہ ہیں: قاضی

احسان احمد

بوریکی (پ ر) گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت غلہ منڈی کالونی کے خدام ختم نبوت اور رضاکاران تحفظ ناموس رسالت کا ایک پروگرام منعقد ہوا جس میں مولانا محمد اعجاز، مولانا قاضی احسان احمد، ورکمال شاہ نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز حافظ محمد نعیم کی تلاوت سے ہوا، پروگرام کے اغراض و مقاصد مختصر الفاظ میں محمد آفتاب نے بیان کئے۔ اجلاس سے خصوصی خطاب مولانا قاضی احسان احمد نے کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مولانا محمد اعجاز صاحب نے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے اختتامی دعا کرائی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا

قاضی صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کا کام کوئی معمولی کام نہیں، یہ وہ کام ہے جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے حکم پر اسلام کے آفتاب و ماہتاب صحابہ کرامؓ نے کیا، ہر دور کی عظیم دینی و دنیاوی شخصیات نے کیا۔ اللہ رب العزت نے عظیم ترین پیغمبر کے عظیم ترین منصب کی حفاظت کے لئے عظیم ترین لوگ منتخب فرمائے، نوجوان محاذ ختم نبوت کا سرمایہ ہیں۔ رب کریم سے دعا ہے کہ مجھے اور آپ کو بھی اس عظیم کام کے لئے منتخب فرمالیں۔

سانحہ ارتحال

کراچی (نمائندہ خصوصی) جمعیت علماء برطانیہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برطانیہ کے بزرگ راہنما اور سرپرست محترم جناب حاجی محمد الرحمن گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد راہی ملک عدم ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب کا تعلق اٹک کے مشہور علاقہ چھچھ سے تھا اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کے فرزند اور حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ اور مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کے بڑے بھائی تھے۔ زندگی زیادہ تر برطانیہ میں بسر کی اور صحیح معنوں میں عاش سعیداً ومات سعیداً کا مصداق ٹھہرے، ان کی طویل علالت بھی ان کے لئے باعث رحمت تھی، اللہ رب العزت نے اس بیماری کے باعث یقیناً رضا و رضوان کا معاملہ کیا ہوگا۔ رب کریم خاندان کاملپوری کے فوت شدگان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔ محترم حاجی محمد الرحمٰن دیار غیر میں رہتے ہوئے کامل مسلمان تھے، وہاں کا ماحول ان کی سادہ طبیعت پر حاوی نہیں ہوا بلکہ گاؤں و دیہات کی سادہ زندگی اور دینی مزاج و سوچ ہر وقت غالب رہی۔ حافظ، عالم نہ ہونے کے باوجود بزرگوں کی اولاد اور اکابر علماء و مشائخ سے تعلق نے راسخ العقیدہ

وفاقی وزیر مذہبی امور کے نام

بگرامی خدمت جناب مخدوم زادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

روزنامہ نوائے وقت میگزین مورخہ ۲۲/نومبر ۲۰۰۹ء جس میں تحریر ہے کہ قادیانی جماعت چناب نگر کا ناظر امور عامہ آنجناب سے ملا اور قادیانیت سے متعلق قوانین کے خلاف یادداشت پیش کی۔

جناب والا نے یہ یادداشت اسلامی نظریاتی کونسل کو بھجوادی۔

۱:...... جناب والا سے استدعا ہے کہ قادیانیت کے کفر سے متعلق تمام مکاتب فکر کے متفقہ فتاویٰ موجود ہیں۔

۲:...... ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان قومی اسمبلی نے ۱۳ دن کی بحث کے بعد متفقہ طور پر ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

۳:...... ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸-سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر مکمل پابندی عائد کردی۔

۴:...... وفاقی شرعی عدالت میں قادیانیوں نے امتناع قادیانیت ایکٹ کے خلاف رٹ پٹیشن دائر کی جو پچیس دن کی سماعت کے بعد خارج کردی گئی۔

۵:...... امتناع قادیانیت ایکٹ کے خلاف قادیانی مختلف عدالتوں میں گئے آٹھ ہائی کورٹوں نے امتناع قادیانیت ایکٹ برقرار رکھا اور قادیانیوں کی رٹیں خارج کردیں۔

۶:...... قادیانی سپریم کورٹ میں گئے، ۱۹۹۵ء میں سپریم کورٹ نے قادیانیوں کی تمام اپیلیں مسترد کردیں، حالانکہ سپریم کورٹ کے پنچ کا چیئرمین جسٹس شفیع الرحمٰن بقول علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم قادیانی تھا۔ اس نے قادیانی ہونے کے باوجود ایکٹ کو برقرار رکھا، اس سے جزوی اختلاف کیا، لیکن مجموعی طور پر ایکٹ کو قائم رکھا۔

۷:...... سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف قادیانی نظر ثانی میں گئے۔ ۸/نومبر ۱۹۹۹ء کو پرویز مشرف کے دور میں آئین معطل ہونے کے باوجود سپریم کورٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کی نظر ثانی کی اپیل مسترد کردی۔

نیز اس سلسلہ میں لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک دسیوں فیصلے مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام سے مناظرے، جن میں قادیانیوں کے کفر کو طشت از بام کیا گیا ہے موجود ہیں۔ ان حالات میں آنجناب کا قادیانیوں کی درخواست کو اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجنا مسئلہ کو از سر نو شروع کرنے اور متنازعہ بنانے کے مترادف ہے۔

استدعا ہے کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو قادیانیوں کی درخواست کو مسترد فرما کر دینی، ایمانی، اخلاقی، منصبی حمیت کا ثبوت دیجئے۔

والسلام

(مولانا) محمد اسماعیل شجاع آبادی

بنادیا تھا، اپنی نجی مجلس میں دین، اہل دین کی بات اور ان کے ساتھ تعلق کو مضبوط رکھنا اور ان کی اتباع کرنا یہ ضروری شامل ہوتا۔ بیماری کے ایام میں بھی بیدار مغز، ہوش وحواس کا قائم رہنا یہ عطیہ خداوندی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل برطانیہ میں ان سے ملاقات کرنے گیا تو وہ ہسپتال میں تھے اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے تلاوت کلام پاک کا معمول تھا، اس غیر معمولی تلاوت کے عمل کو دیکھ کر اور اس کی برکات کے پیش نظر انگریز ڈاکٹر مسلمان ہوگیا کہ یہ اتنا اہم مریض اور اس کے معمولات کا یہ عالم۔ حاجی محمد الرحمٰن گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد اور محمد انور رانا صاحب نے صاحبزادہ عزیز الرحمٰن رحمانی سے ان کے تایا جان کے انتقال پر تعزیت کی۔ رب کریم ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قادیانیوں کو فوج کے عہدوں سے فارغ کیا جائے

ساہیوال (نمائندہ خصوصی) مسلمانوں میں مذہبی رجحانات اور اسلامی تعلیمات پر عمل کے جذبے کو سلب کرنے کے لئے یہود ونصاریٰ سیکولر اور قادیانی طبقہ کو نوازا جارہا ہے۔ پاکستانی عوام کی اسلام کے ساتھ قلبی وابستگی اور اسلامی نظام کے اجراء ونفاذ کے لئے اسلامی تحریکوں کو متحد کرنے کے کردار کو ختم کیا جارہا ہے۔ فریضہ جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرنے والے قادیانی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما مولانا عبدالحکیم نعمانی نے جامع مسجد بلال فرید ٹاؤن میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر حضرت سید نفیس الحسینی شاہ الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز جناب پروفیسر محمد رفیق اذفر اور قاری تاج محمد بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی کی کتب قادیانی عقائد کی ترجمان وعکاس ہیں۔ ان کی کتابوں کی ورق گردانی کرنے سے انگریزی سامراج کی مدح، تعریف وتوصیف، مسلمانوں کو حیاسوز گالیاں، توہین انبیاء کرام اور نظریہ جہاد کا تمسخر اڑانے جیسے کفریہ عقائد کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے جہاد کے منکر ومخالف ہونے کی بناء پر قادیانیوں کو فوج کے تمام عہدوں سے فارغ کیا جائے۔ ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ قادیانی فوجی ملکی سلامتی کے لئے شدید خطرہ ہیں اور وہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرکے فوج میں گھس کر ملٹری کو پاکستانی عوام سے لڑانے کی سازشیں کررہے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے مقدمہ کے اندراج کرنے کے اختیار متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او کو سونپے جائیں اور قانون توہین رسالت کو ختم کرانے والے عناصر کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کرنے پر کڑی سزا دی جائے۔

مجلس کے مبلغین کا دورہ ضلع بدین

بدین (رپورٹ: عبداللطیف تونسوی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا محمد نذر رشانی، مولانا محمد علی صدیقی اور عبداللطیف تونسوی نے ضلع بدین کے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اس سلسلہ کی سب سے پہلی نشست ۶ ذوالقعدہ بروز سوموار بعد نماز مغرب بسم اللہ مسجد بدین شہر میں ہوئی۔ راقم الحروف نے عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تحفظ ودفاع کے عنوان پر درس دیا۔ ۷ ذوالقعدہ بروز منگل قطر مسجد میں مولانا غلام علی سے ملاقات اور تعارف ہوا، بعد نماز عصر ختم نبوت کے عنوان پر درس ہوا۔ ۸ ذوالقعدہ بروز بدھ ماتلی شہر میں مقامی جماعت کے احباب سے تعارف وملاقات کی نشست ہوئی جس میں مقامی جماعت کے امیر محمد اعجاز سنگھانوی مدیر ختم نبوت لائبریری، مولانا محمد رمضان آزاد اور حافظ شفیق الرحمٰن شامل تھے۔ یہاں سے فراغت کے بعد گولارچی میں حکیم مولوی محمد عاشق سے ملاقات وتعارف ہوا۔ ۹ ذوالقعدہ بروز جمعرات بعد نماز عشاء مومن جاتی ٹوکاوں میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس مولانا عبدالستار جاوڑی کی صدارت میں منعقد ہوئی، درج ذیل حضرات علماء کرام نے خطاب کیا۔ مولانا محمد عیسیٰ سموں، مولانا صبغت اللہ جونگی، مولانا اسداللہ۔ ان کے علاوہ راقم الحروف نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر بیان کیا، کانفرنس میں شرکاء کی حاضری بھرپور تھی۔ ۱۰ ذوالقعدہ بروز جمعۃ المبارک ٹنڈو غلام علی شہر میں جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر حافظ محمد زبیر سے ملاقات کے بعد مکی مسجد میں ختم نبوت کے عنوان پر خطبہ جمعہ دیا۔ نیز قادیانیوں کی فتنہ انگیزیوں سے سامعین کو آگاہ کیا۔ ۱۱ ذوالقعدہ بروز ہفتہ ماتلی شہر میں محمد اعجاز کی معیت میں شہر کے علماء کرام جماعتی رفقاء سے تفصیلی ملاقاتوں کے علاوہ مختلف مساجد میں عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر درس ہوا۔ ۱۲ ذوالقعدہ بروز اتوار مدینہ مسجد گولارچی میں مولانا محمد علی صدیقی اور راقم الحروف کا عشاء اور فجر کی نشستوں میں درس ہوا۔ ۱۳ ذوالقعدہ بروز سوموار شادی لارج کے جماعتی احباب سے ملاقات وتعارف ہوا، نیز لٹریچر اور اشتہار تقسیم کئے۔ ۱۴ ذوالقعدہ بروز منگل کھوسکی میں کالعدم سپاہ صحابہؓ کے ضلعی راہنما مولانا محمد عبداللہ سندھی سے ملاقات کی اور ان کی مسجد سید کرار میں مولانا محمد علی صدیقی کا درس ہوا۔ ۱۵ ذوالقعدہ بروز بدھ ٹنڈو باگو کا دورہ ہوا، بعد نماز عشاء سیرت امام الانبیاءؐ کے عنوان سے منعقدہ ایک پروگرام میں شرکت ہوئی اور بیان ہوا۔ ۱۶ ذوالقعدہ کو ماتلی میں مولانا عبدالرزاق جمالی سے ملاقات وتعارف اور مسجد بلال میں بعد نماز مغرب ختم نبوت کے موضوع پر درس ہوا۔ ۱۷ ذوالقعدہ جمعہ کا خطبہ وبیان ماتلی شہر کی مسجد مکی میں ہوا۔ بیان جمعہ کے موقع پر عقیدہ ختم نبوت اور اصلاح اعمال کے عنوان سے گفتگو ہوئی، بھائی محمد اعجاز نے لٹریچر تقسیم کیا۔ رب العالمین کی بارگاہ عالیہ میں التجا ہے کہ وہ ذات قدیر اس کی کاوش بارگاہ میں شرف قبولیت نصیب فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حیث اوعد اللہ المومنین بالنار المعدۃ للکافرین ان یتقوہ فی محارمہ۔“

ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں ان میں سے ہلکا ماں سے بدکاری

سود کی تباہ کاریاں

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد علی

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربوٰ (یعنی سود) کو حرام، بلکہ حرام کرنے میں ایمان کو اسی کے حرمت پر مشروط کیا ہے فرمایا:

”سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔“ (القرآن)

صرف مشروط نہیں بلکہ سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ بھی فرمایا ہے:

”اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور رسول کی جانب سے اعلان جنگ ہے۔“ (القرآن)

اگر سود کے عاقبت کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مخبوط بنا دیا ہو۔“ (القرآن)

تاکید وعید کی آئینہ دار آیت ہے:

”اے ایمان والو! سود در سود کر کے نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔“

امام اعظمؒ فرمایا کرتے تھے

”کان اخوف آیۃ فی القرآن

قرآن کریم میں سب سے زیادہ سخت آیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہنم کی آگ کی دھمکی دی ہے جو حقیقت میں کافروں کے لئے ہے اگر ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان حرام کی ہوئی اشیاء سے پرہیز نہ کریں تو وہ اس کے سزاوار ہیں کہ حرام سے پیدا شدہ گوشت جہنم ہی کے لائق

> ”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مخبوط بنا دیا ہو۔“ (القرآن)

ہے۔ سود کے لینے اور دینے اور گواہ کے متعلق حدیث پاک میں لعنت ہے:

”سود کے ستر اجزاء ہیں، ان میں سب سے کم درجہ ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے۔“

”ابوہریرہؓ سے روایت

کے برابر ہے۔

مقروض اگر قرض کے عوض ہدیہ دے یا دعوت کرے یا کوئی چیز پیش کرے یہ بھی اسی سود کے حکم میں ہے حدیث کے رو سے:

”حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا: تم ایسے علاقے میں رہتے ہو جس میں سود کا رواج بہت زیادہ ہے، پس اگر تمہارا کسی پر حق ہو وہ تمہیں ہدیہ میں جو کا یا بھوسہ یا گھاس کی گٹھری دے تو وہ نہ لو کیونکہ وہ بھی سود ہے۔“

مسلمانوں کے ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ وہ سود کی لعنت کے خلاف آواز اٹھائیں اور حق کو غالب کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ ... اللہ تعالیٰ کی ... اور جو لوگ اس کے روکنے پر قادر ہوں پھر بھی نہ روکیں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب نازل فرمائیں گے۔“

☆☆......☆☆

قریہ بہ قریہ ختم نبوت کی بات کر

مولانا محمد اکرام القادری

باتوں کا شوق ہے تو محبت کی بات کر
اپنے حریف سے بھی شرافت کی بات کر

ناکامیوں پہ آنسو بہانے سے فائدہ؟
عزم بلند و جرأت و ہمت کی بات کر

باغ حیات علم و عمل سے ہے پُر بہار
ہرگز نہ جور و جبر و جہالت کی بات کر

دل توڑنا کسی کا خدا کو نہیں پسند
ہر غمزدہ سے مہر و مروّت کی بات کر

سبّ و شتم روا نہیں، اپنے ہوں یا ہوں غیر
ایثار اور عدل و عدالت کی بات کر

ہر لمحہ، ہر گھڑی تجھے سود و زیاں کا خوف
کچھ آخرت کی، دین و دیانت کی بات کر

ہاتھوں میں دل کے چھوڑ نہ تو اپنے آپ کو
دل تو کہے گا، عیش کی، عشرت کی بات کر

جو راستہ ہے عظمتِ اسلاف کا امیں
اس راستے کی اور اسی عظمت کی بات کر

بچ شرک اور بدعت و فسق و فجور سے!
توحید حرزِ جان ہو سنت کی بات کر

حاجت روا خدا کے سوا کوئی بھی نہیں
محشر میں مصطفیٰ کی شفاعت کی بات کر

سب طاقتیں خدائے تعالیٰ کے پاس ہیں
اس کے کرم کو دیکھ، نہ طاقت کی بات کر

ہے آخرت کا خوف تو دنیائے دوں کو چھوڑ
راہِ خدا میں حق و صداقت کی بات کر

ہرگز نہ چل یہود و نصاریٰ کے دین پر
اپنے رسولؐ اپنی ہی ملت کی بات کر

کوئی مقام، کوئی بھی محفل ہو، کوئی ہو
شانِ خدا و شانِ رسالت کی بات کر

ہو تیری زندگی کا یہی مقصدِ وحید
قریہ بہ قریہ ختم نبوت کی بات کر

اکرامؔ! اہلِ دل سے محبت کا واسطہ
اس دورِ بے بہر میں بھی حکمت کی بات کر

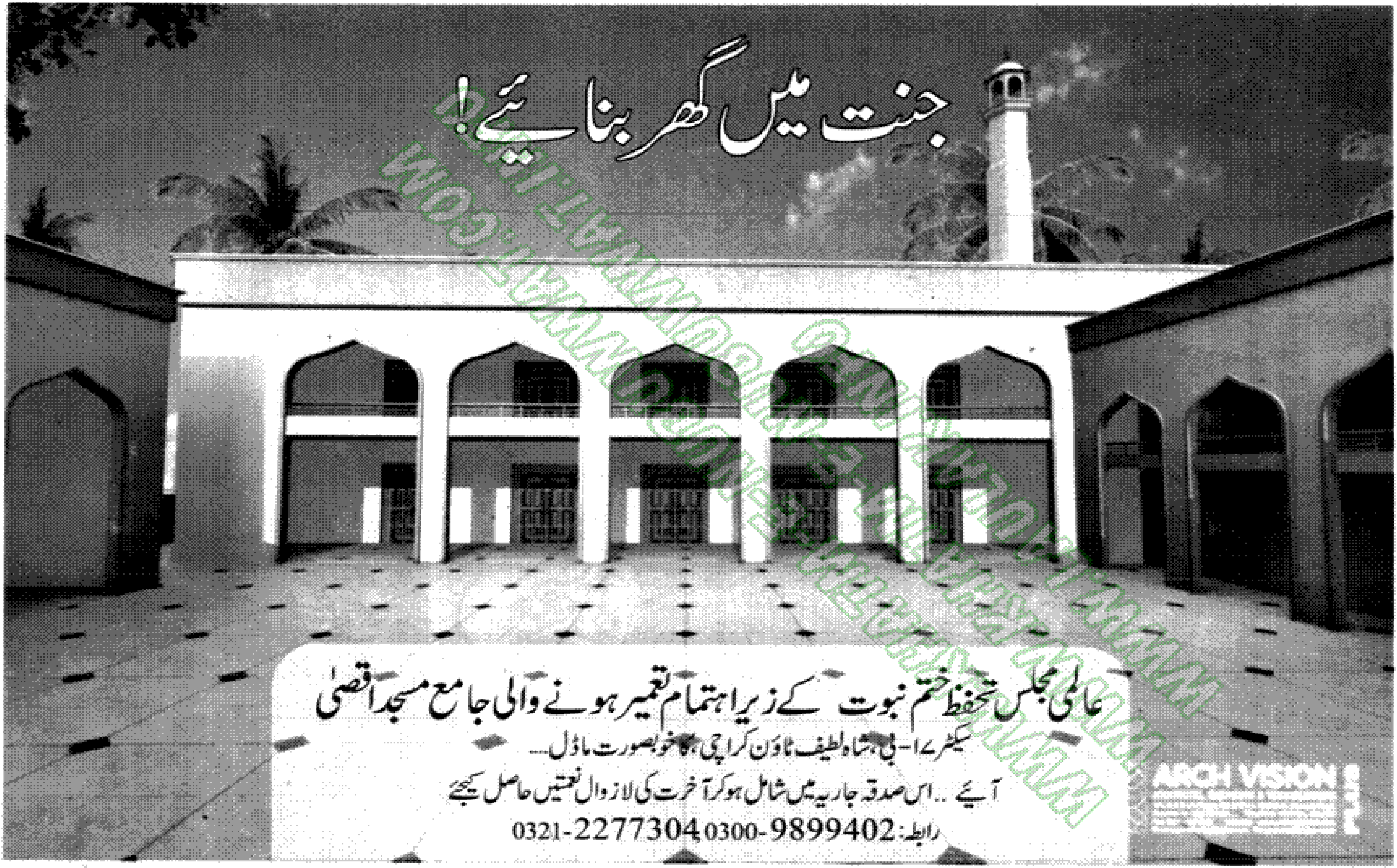
جنت میں گھر بنائیے!
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والی جامع مسجد اقصیٰ
سیکٹر ۱۷-بی شاہ لطیف ٹاؤن کراچی کا خوبصورت ماڈل...
آیئے.. اس صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کیجئے
رابطہ: 0300-9899402، 0321-2277304
ARCH VISION